۷۲

بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں

مُصنّف

مولانا رضوان احمد نوری شریفی

72

www.jannatikaun.com

باسمہ تعالیٰ

بہتّر فرقے ہمیشہ جہنّم میں

مصنف

الجامعۃ البرکاتیہ

پوسٹ گھوسی ضلع مئو (یو. پی.)

تقریظ جلیل

قاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضور **مفتی محمد اختر رضا خان** صاحب قادری ازہری
قائم مقام حضور مفتیِ اعظم ،أفاض اللہ علینا من برکاتہما ۔
صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء وصدر مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی شریف

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ الکرام أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین

میں نے زیر نظر کتاب ’’بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں‘‘ کا پیش لفظ پڑھوا کر بغور سنا، اس سے پہلے اس مضمون کی کچھ قسطیں بھی سن چکا ہوں، بحمدہ تعالیٰ یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کیلئے بہت مفید ہے خصوصاً اس کا پیش لفظ جس میں پوری کتاب کا اجمالی جائزہ لیا گیا سب سے پہلے پڑھنے کے قابل ہے ۔مجیب سلمہ القریب المجیب نے مذہب اہل سنت و جماعت کی خوب تائید کی اور حدیث افتراق امت کا صحیح مفہوم آیات واحادیث سے اور شراح حدیث کے اجماعی کلمات سے خوب آشکار کیا، اور اس خود ساختہ تحقیق جس کے اندر صلح کلیت کو چھپانے کی کوشش کی گئی اور بزور زبان اسی کو مفہوم حدیث ٹھہرانا چاہا اس کا پردہ فاش کیا۔ اس خود ساختہ تحقیق کی حمایت پر مضمون نگاری ونشر واشاعت کے ذریعہ سے جو لوگ کمر بستہ ہوئے وہ بھی بے نقاب ہوئے، عوام اہل سنت اس پیش لفظ کو بار بار پڑھیں اور جو افراد صلح کلیت کی حمایت پر کمر بستہ ہیں اور اس کے لیے وہ جو وسائل اختیار کر رہے ہیں ان سے ہوشیار رہیں اور مسلک اہل سنت جس کا دوسرا نام اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے پر قائم رہیں اور اپنی شناخت برقرار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے اور اس کتاب کو قبول عام بخشے "ویرحم اللہ عبدا قال آمینا"۔ قال بفمہ وأمر برقمہ۔

محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ القوی

۲۵/ جمادی الأولی ۱۴۳۴ھ مطابق ۸/ اپریل ۲۰۱۳ء

پیش لفظ

زیر نظر کتاب میرے ان قسط وار مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف رسالوں میں شائع ہوئے یہ مضامین، ڈاکٹر اُسید الحق ازہری بدایونی کی کتاب ''حدیث افتراق امت، تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں،، کے رد میں لکھے گئے ہیں اس لئے کہ انھوں نے کتاب مذکور میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث شریف میں جن بہتر فرقوں کے جہنم میں داخل ہونے کا ذکر ہے وہ فرقے جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ دیر سویر اس سے نکال دئے جائیں گے۔ ان کا یہ نظریہ علمائے اہل سنت کے نظریہ کے خلاف ہے اس سے صلح کلیت کو تقویت مل رہی تھی اس لئے ضروری ہوا کہ لوگوں کے سامنے علمائے اہل سنت کے نظریہ کو پوری دیانتداری کے ساتھ پیش کر کے صلح کلیت کے سیلاب پر بند باندھا جائے، اس لئے خالصاً لوجہ اللہ میں نے سب سے پہلے حدیث شریف کی تشریح کی اور ان اسباب و وجوہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے بدایونی صاحب کو غلط فہمی ہوئی اور ان کے پیش کردہ دلائل کا اطمینان بخش انداز میں جائزہ بھی لیا ہے اگر تعصب کی عینک اتار کر غیر جانبدار ہو کر ان قسطوں کا مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے پیش کردہ نظریہ کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوگی۔

پہلی قسط میں کلمات حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس کی تائید میں قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کو پیش کیا گیا ہے۔

دوسری قسط میں اپنے پیش کردہ نظریہ کی تائید میں شارحین حدیث کے اقوال پیش کئے ہیں اور کفر لزومی والتزامی کی تشریح کرتے ہوئے ان دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے جو بدایونی صاحب نے پیش کئے ہیں۔

تیسری قسط میں بدایونی صاحب نے ملا جلال الدین محقق دوانی اور دیگر علمائے

ذوی الاحترام کے جو اقوال پیش کئے ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے بالخصوص ان فرقوں کو افتراق کے باوجود امت اجابت ہی میں شمار کرنے کو "دخول فی النار" کی دلیل بنانے اور اس کی تائید میں امام بیہقی، امام ابو سلیمان خطابی، اور مولانا انوار اللہ فاروقی رحمھم اللہ تعالیٰ کے پیش کردہ اقوال کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ امت اجابت میں سے اگر کوئی کفر کا مرتکب ہوتا ہے تو امت اجابت سے خارج ہو کر امت دعوت میں داخل ہو جاتا ہے اس کی تائید میں قرآنی آیت، احادیث کریمہ اور اقوال فقہا کو پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی قسط ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب کے اعتراض کا جواب ہے، موصوف نے ہماری پہلی قسط پر اعتراض کرتے ہوئے حدیث شریف کی تشریح کو غلط قرار دیا، ان کے اعتراض سے ماہنامہ "کنز الایمان" کے قارئین کو جو غلط فہمی ہوئی اس کے ازالہ کے لئے اور خود ڈاکٹر صاحب موصوف کی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے "فل اسکیپ آٹھ صفحات پر مشتمل دلائل وبراہین سے مدلل و مبرھن جواب بڑی عجلت میں قلمبند کر کے ماہناہ "کنز الایمان" کو بھیجا تاکہ قارئین کی غلط فہمی جلد دور ہو جائے مگر ہزار کوشش کے باوجود "کنز الایمان" میں میرا جواب شائع نہیں کیا گیا۔ جواب شائع نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا مبلغ علم لوگوں پر ظاہر ہو جاتا اس لئے منصوبہ اور پوری پلاننگ کے تحت میرے جواب کی اشاعت پر پابندی لگادی گئی اور بہانہ یہ بنایا گیا کہ بات بہت طول پکڑ رہی ہے، لہذا اعتراض و جواب دونوں کو حضرت بحر العلو مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب کے پاس محاکمہ کے لئے بھیجا جائے گا جو محاکمہ آئے گا اسے شائع کر دیا جائے گا، اس پر میں نے کہا کہ پہلے میرا جواب شائع ہونا چاہئے تاکہ قارئین کو محاکمہ آسانی سے سمجھ میں آئے، صرف اعتراض پڑھ کر محاکمہ کو کما حقہ نہیں سمجھا جا سکتا مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

محاکمہ تحریر کرنے سے پہلے محب گرامی مفتی نظام الدین صاحب نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کا اعتراض اور آپ کا جواب دونوں کو میرے پاس بھیجا گیا ہے اور مجھ سے حدیث کی تشریح کے لئے کہا گیا ہے لہٰذا اگر میں کچھ لکھوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ میں نے جواب دیا کہ اگر کوئی قابل اعتراض بات ہوگی تو اعتراض ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں جو کچھ لکھوں گا حدیث اور بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں لکھوں گا۔ بہر حال مفتی صاحب کا محاکمہ شائع ہو کر نظر نواز ہوا مگر اس میں جو سوال نامہ ہے اس میں حدیث کی تشریح کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ شرر صاحب مصباحی بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں میں سے ایک کو ''ناجی'' مانتے ہیں، اور شریفی صاحب کل کو ''ناری'' مانتے ہیں۔ مفتی صاحب کے محاکمہ کو بھی اعتراض وجواب کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے تاکہ ناظرین بھی سمجھ سکیں کہ محاکمہ کی ضرورت تھی یا نہیں اور محاکمہ اعتراض وجواب کے بالکل مطابق ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب سے جو سوال کیا گیا اس کے مطابق انہوں نے جواب دیا، مگر جس طرح انہوں نے ان احادیث کریمہ کو جن میں ایک فرقہ کے ''ناجی'' ہونے کا ذکر ہے پیش کرتے ہوئے بتا یا کہ اس سے مراد اعلان نبوت سے پہلے کے ''بنی اسرائیل'' ہیں اسی طرح یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ ان احادیث کریمہ کی وجہ سے حدیث کی تشریح کو غلط قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعتراض کا منشاء تو میری پیش کردہ حدیث شریف ہے اس میں جن بہتر فرقوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک فرقہ کو شرر صاحب ''ناجی'' مانتے ہیں اسی بنیاد پر میری تشریح کو غلط قرار دیا۔ اسی طرح مفتی صاحب موصوف نے اخیر میں تحریر کیا ہے ''حدیث افتراق امت میں بنی اسرائیل کے جن بہتر فرقوں کا ذکر ہے ان سے مراد اعلان نبوت سے پہلے کے بنو اسرائیل ہیں'' اس عبارت میں حدیث افتراق امت اور بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں کے الفاظ سے ذہن کا تبادر اسی حدیث کی طرف ہوتا ہے جو میں نے پیش کی ہے اس لیے کہ اسی میں مطلق بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں کا ذکر ہے

اور اس کے علاوہ جو احادیث کریمہ پیش کی گئی ہیں ان میں یہود و نصاریٰ کی قید کے ساتھ اکہتر اور بہتر فرقوں کا ذکر ہے لہٰذا مفتی صاحب کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ ''ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ حدیث میں اعلان نبوت کے پہلے یہود و نصاریٰ مراد ہیں'' تا کہ ناظرین غلط فہمی کے شکار نہ ہوں۔

مفتی صاحب نے اپنے محاکمہ میں بتایا ہے کہ جب میں نے ڈاکٹر صاحب سے اس کا تذکرہ کیا کہ اعلان نبوت کے بعد جتنے بنی اسرئیل یہود و نصاریٰ نے ایمان قبول نہ کیا وہ سب یقیناً ''جہنمی'' ہیں، اور شریفی صاحب نے انھیں کے بارے میں لکھا ہے تو انھوں نے فوراً کہا کہ یہ تو بلا شبہ حق ہے اس میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہوسکتا۔ شرر صاحب نے میرا جواب پڑھنے کے بعد اگر واقعی اپنے پہلے نظریہ سے رجوع کرلیا ہے تو یہ قابل ستائش بات ہے ورنہ اپنی دوسری ''قسط'' میں اپنا نظریہ اس طرح بیان کیا ہے ''اس لئے اسلامی نظریہ وہی ہے جس کی وضاحت صدر الافاضل نے فرمائی ہے یعنی بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ''ناجی'' ہے'' حالانکہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ اعلان نبوت سے پہلے کے یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے جیسا کہ مفتی صاحب موصوف نے بھی اپنے محاکمہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

ماہنامہ کنز الایمان کے جس شمارہ میں افتراق امت سے متعلق میری پہلی قسط شائع ہوئی اس کے ایڈیٹوریل میں میری کتاب ''بدایونی تحقیق کا علمی جائزہ'' کے نام پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نام کو مذموم کہا گیا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ بدایونی بریلی کے مقابل میں بولا جاتا ہے اور آج کل بدایوں اور بریلی کے درمیان شیرازہ بندی کی کوشش ہو رہی ہے اور مذکورہ نام سے شیرازہ منتشر ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا یہ نام مذموم ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے بدایوں کے ناموں کے ساتھ بدایونی اور علمائے بریلی کے ناموں کے ساتھ بریلوی لگانا بھی مذموم ہو جائے گا اس لئے کہ بریلی

بدایوں کے مقابلہ میں اور بدایوں بریلی کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے حالانکہ کہ آج بھی علمائے بدایوں کے ناموں کے ساتھ بدایونی اور علمائے بریلی کے ناموں کے ساتھ بریلوی لکھا اور بولا جاتا ہے اور کوئی اس کو مذموم نہیں جانتا۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ کسی نام کا مستحسن اور مذموم ہونے کا معیار اسلام وشریعت ہے یعنی شرعی نقطہ نظر سے اس کے معنیٰ اچھے ہیں تو مستحسن ہے اور اگر معنیٰ برے ہیں تو ''مذموم'' ہے اور بدایونی تحقیق کے معنیٰ میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ بدایوں کے رہنے والے یا تعلق رکھنے والے کی تحقیق، بلکہ یہ نام اچھا اور مستحسن ہے اس لئے کہ میں نے براہ راست محقق صاحب کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں ان کی دلآزاری نہ ہو جائے اور فصاحت وبلاغت کا مقتضا یہی ہے کہ جہاں نام لینا قبیح ہوتا ہے وہاں کسی وصف سے موسوم کی تعبیر کی جاتی ہے۔

بدایونی تحقیق کے نام سے شیرازہ منتشر ہو رہا ہے اس لئے مذموم ہو گیا، اگر براہ راست محقق صاحب کے نام سے موسوم کیا جاتا یا اسیدی تحقیق نام رکھا جاتا جب بھی ''شیرازہ'' منتشر ہوتا اور محقق صاحب اور ان کے متعلقین کی دلآزاری ہوتی۔

اس لئے ایسا نام رکھنا جو سب کے نزدیک پسندیدہ ہو انسانی بس سے باہر ہے انسان اپنی صواب دید پر نام منتخب کرتا ہے اس میں کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا، اس کا بھی معاملہ ''لا مناقشہ فی الاصطلاح'' ہی جیسا ہے۔ بدایونی تحقیق نام رکھتے وقت یہ بات تو میرے ذہن میں بھی نہ تھی اور بہت سے لوگ اس سے ناواقف تھے، مگر ایڈیٹوریل کے پڑھنے سے لوگوں کا ذہن اس طرف گیا اس لئے میرا نام رکھنا مذموم نہیں ہوا بلکہ ایڈیٹوریل کا تبصرہ مذموم ہوا۔ اسی تبصرہ کو شرر صاحب نے بہت پسند کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''اس کی پہلی قسط کی اشاعت کے ساتھ فاضل مدیر نے ایڈیٹوریل ''Box'' میں ایک چشم کشا نوٹ لگایا ہے جس کی معنویت آگے کی قسطوں کی اشاعت کے ساتھ دوچند ہوتی گئی ہے، اس نوٹ نے قارئین کے ذہن کے لئے ایک

فکری سمت متعین کردی ہے'' میں نے تیسری قسط میں ''غلط فہمی کا ازالہ'' کے عنوان کے تحت جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی وجہ سے ایڈیٹوریل کو چشم کشا کہا ہے جس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ہم خیال علما میں علمائے بدایوں شامل نہیں ہیں اور اعلیٰ حضرت اور علمائے بدایونی کے درمیان اختلاف مسئلہ تکفیر میں ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اعلی حضرت اور علمائے بدایوں دونوں ہم خیال وہم مشرب تھے، علمائے بدایوں شروع ہی سے بدمذہبوں کا رد کرتے رہے اور رفض و وہابیت جیسے فتنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے، چنانچہ علامہ فضل رسول بدایونی کے والد ماجد حضرت علامہ عبدالمجید علیہما الرحمۃ الرضوان نے رافضیوں اور وہابیوں کے رد میں ایک ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ نے ''البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ، احقاق الحق وابطال الباطل، سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار اور المعتقد المنتقد'' جیسی مدلل ومستند کتابیں تصنیف فرما کر بدمذہبوں کا قلع قمع کر دیا۔ آپ کے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ محی الدین مظہر محمود قادری نے وہابیہ کے رد میں ''شمس الایمان'' تصنیف فرما کر خرمن وہابیت کو خاکستر کر دیا اور شیخ الاسلام تاج الفحول مظہر حق عبدالقادر محب رسول قدس سرہٗ کے زمانے میں فتنے پھیل گئے، وہابیت عام ہوگئی اور فتنۂ ندوہ نے سر اٹھایا تو آپ اس فتنے کے مقابلے کے لئے ڈٹ گئے، اور اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کا ساتھ دیا اور ندوہ کے خلاف کتابیں اور رسالے شائع کئے یہاں تک کہ اس کے فتنے کی آگ سرد ہوگئی، لہٰذا معلوم ہوا کہ علمائے بدایوں اور سیدنا اعلی حضرت قدست اسرارہم کے درمیان بدمذہبوں کی تکفیر کے سلسلے میں اختلاف نہیں تھا۔ المعتقد المنتقد پر سیدنا اعلی حضرت کا حاشیہ المستند المعتمد بھی اس کی گواہی دے رہا ہے، اختلاف تو بہت بعد میں ایک فرعی مسئلہ جمعہ کی اذان ثانی کے بارے میں رونما ہوا یہ مسئلہ بھی اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوا ہوتا تو کوئی اختلاف ہوتا ہی

نہیں۔ پانچویں قسط میں بدایونی صاحب نے جن احادیث کریمہ اور قرآنی آیت کو ''کلہا فی النار'' سے صرف دخول مراد لینے کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اس کا جائزہ لیتے ہوئے ان احادیث کریمہ کو پیش کیا گیا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت اجابت میں سے بہت سے لوگ کافر و گمراہ ہونگے پھر وہ اقوال پیش کئے گئے ہیں جو صریح کفر ہیں۔

چھٹی قسط میں ان فرقوں کا بیان ہے جو اپنے صریح کفری عقائد کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں ایسے فرقوں کی تعداد چورانوے (۹۴) ہے، اب اگر یہاں کوئی یہ کہے کہ حدیث شریف میں تو بہتر فرقوں کے بارے میں ''کلہم فی النار الا واحدۃ'' فرمایا گیا ہے اور فرقوں کا جائزہ لینے کے بعد ان کی مجموعی تعداد چورانوے ہے، لہٰذا یہ تعداد حدیث میں مذکورہ تعداد کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا دو جواب ہے پہلا جواب تو یہ ہے کہ حدیث شریف میں فرقوں سے مراد اصولی فرقے ہیں، چنانچہ حضرت علامہ احمد یار خاں صاحب بدایونی علیہ الرحمۃ ''مراۃ المناجیح'' میں اسی حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ (۷۳) کا عدد اصولی فرقوں کا ہے کہ اصولی فرقہ ایک جنتی اور (۷۲) جہنمی، چنانچہ اہل سنت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، نقشبندی، سہروردی ایسے ہی اشاعرہ ماتریدیہ سب داخل ہیں کہ عقائد سب کے ایک ہی ہیں اور سب کا شمار ایک ہی فرقہ میں ہے۔ ایسے ہی بہتر ناری فرقوں کا حال ہے کہ ان میں ایک ایک فرقے کے بہت ٹولے ہیں مثلاً ایک فرقہ رافض کے بہت ٹولے ہیں، بارہ امامیے چھ امامیے تین امامیے ایسے ہی دیگر فرقوں کا حال ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلامی فرقے کئی سو ہیں۔

اسی طرح شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمۃ نے مقالات شارح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ فرقوں سے مراد اصولی فرقے ہیں۔

اس وقت اصولی فرقے گنتے ہوئے اس سلسلہ میں کوئی تحریر نگاہ سے نہیں

گزری البتہ بعض تحریروں سے ان کی تعیین کا طریقہ معلوم ہوتا ہے، مثلاً علامہ شہرستانی قدس سرہٗ "الملل والنحل" میں چار اصول وقواعد کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فاذا وجدنا انفراد واحد من ائمة الأمة بمقالة من هذه القواعد عددنا مقالته مذهبا وجماعته فرقة وان وجدنا واحدا انفرد بمسئلة فلا نجعل مقالته مذهبا وجماعته فرقة بل نجعله مندرجا تحت واحد ممن وافق سواها مقالته ورددنا باقی مقالته الی الفروع التی لا تعد مذهبا مفردا"

(جب ہم امت کے کسی امام کو ان قواعد میں سے کسی قول کے ساتھ منفرد پائیں گے تو اس کے قول کو مذہب اور اس کی جماعت کو فرقہ قرار دیں گے، اور اگر کسی مسئلہ میں منفرد پائیں گے تو اس کے قول کو مذہب اور اس کی جماعت کو فرقہ قرار نہیں دیں گے بلکہ اس کو ان میں سے کسی ایسے فرقہ کے تحت داخل کریں گے جس کے موافق اس کی بات ہے اور اس کی باقی بات کو فروع کی طرف لوٹا دیں گے جن کا شمار تنہا مذہب میں نہیں ہوتا۔

اسی طرح حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحریر سے بھی تعیین کے طریقہ پر روشنی پڑتی ہے چنانچہ محدث قدس سرہٗ اسماعیلی فرقوں میں سے شمطیہ، میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، اور جنابیہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "پس یہ پانچ فرقے شمطیہ، میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، اور جنابیہ قرامطہ میں داخل ہیں اور انہیں میں انکا شمار ہے اس لئے اسماعیلیہ فرقوں کو آٹھ کہا ورنہ یہ تعداد میں زائد ہیں"۔ اور قرامطہ محرمات شرعیہ کو جائز جانتے ہیں جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ کے ص (۲۳) پر مذکور ہے۔ اور صفحہ (۲۸) پر فرماتے ہیں کہ "کفر والحاد کا برملا اظہار قرامطہ کی ایجاد ہے" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محرمات شرعیہ کو جائز جاننا اور کفر والحاد کا برملا اظہار قرامطہ کی ایجاد ہے اور مذکورہ پانچ فرقے بھی محرمات شرعیہ کو جائز جانتے ہیں اور کفر والحاد کا اظہار کرتے ہیں اس لئے یہ فرقے قرامطہ کی شاخیں ہیں اور قرامطہ اصولی فرقہ ہے۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں "پس میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، مقنعیہ، جنابیہ،

قرمطیہ، یہ تمام فرقے فرقۂ باطنیہ کی شاخیں ہیں یہ سب اصول وعقائد میں متفق ہیں مگر بعض فروع میں مختلف، فرقۂ باطنیہ کا اصل اعتقاد یہ ہے کہ احکام کے باطن پر عمل کرنا فرض ہے نہ ظاہر پر، اسی لئے اس کو باطنیہ کہتے ہیں البتہ ان میں سے فرقۂ مقنعیہ کو ان سے پورا پورا اختلاف ہے کیوں وہ مقنع کی الوہیت کو مان بیٹھا'' ص (۱۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی فرقہ کے بنیادی عقیدہ میں جب دوسرے فرقے متفق ہوتے ہیں تو وہ بھی اسی پہلے فرقہ میں شامل ہوتے ہیں اگرچہ دوسرے فرقے فروع میں مختلف ہوتے ہیں اور اگر اختلاف اصل میں ہوتا ہے تو اس کا شمار اس میں نہیں ہوتا بلکہ وہ الگ سے ایک مستقل فرقہ ہو جاتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ خود ہی ص (۲۶) فرماتے ہیں: ''تو گویا اسماعیلی فرقوں میں باطنیہ، قرامطہ سبعیہ، حمیریہ، ملحد ہیں''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور محدث دہلوی قدس سرہٗ نے باطنیہ، اور قرامطہ کو اصولی فرقہ قرار دیا ہے جن میں شمطیہ، میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، اور جنابیہ پانچوں فرقے شامل ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو اسماعیلی فرقوں میں سے صرف مذکورہ چار فرقوں کا نام نہ لیتے بلکہ ان پانچوں فرقوں کا بھی ذکر کرتے اس لئے کہ یہ پانچوں فرقے بھی کافر و ملحد ہیں۔

حضور محدث علیہ الرحمۃ والرضوان نے جس طرح اسماعیلی فرقوں میں سے چند فرقوں کو اصولی فرقہ قرار دیا ہے اسی کی روشنی میں جتنے فرقے کافر و مرتد ہیں ان میں سے اصولی فرقوں کو متعین کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وہابیہ نجدیہ کو اصولی فرقہ قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے کہ ہندوستان وغیرہ میں موجودہ دیوبندی اور وہابی کے جتنے فرقے ہیں وہ سب اصل عقیدہ (شان الوہیت اور شان رسالت میں گستاخانہ عقائد) میں وہابیہ نجدیہ سے متفق ہیں۔ اس طرح اگر کافر و مرتد فرقوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد بہتر (۷۲) سے کم ہو جائے گی لیکن یہ تعداد قیامت تک ضرور پوری ہوگی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مطلق فرقے مراد ہونے کی صورت میں اگرچہ ان کی

تعداد زیادہ ہو جاتی ہے لیکن حدیث شریف میں جو تعداد مذکور ہے وہ پوری ہو گئی اس لئے زیادہ ہونے کی صورت میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا، اس سلسلہ میں امام فخر الدین رازی اور حضرت شیخ محقق دہلوی علیہما الرحمۃ الرضوان نے یہی ارشاد فرمایا ہے، یعنی تہتر "۷۳" سے کم نہیں ہو سکتے زیادہ ہو سکتے ہیں اور زیادہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

فرقوں کو کافر و مرتد قرار دینے میں حتی الامکان حزم واحتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی ان کی تعداد کو حرف آخر نہیں سمجھتا ہو سکتا ہے کہ کسی کی تحقیق سے اس تعداد میں کمی بیشی ہو جائے بہر حال جو فرقے کافر و مرتد ہیں ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان کو کافر جاننا ضروری ہے اگر کوئی کافر نہ مانے تو وہ خود کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے کفر کو ایمان واسلام سمجھا اس لئے کہ کفر کو کفر جانتا تو کافر ضرور کہتا اسی لئے ہمارے علما صریح کافر و مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں "من شك فی كفره وعذابه فقد كفر" (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ کافر ہو گیا) لہٰذا ایمان بچانا انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہی مدار نجات ہے اسی پر اخروی انعامات موقوف ہیں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں ہم تمام سنیوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور مذہب اہلسنت وجماعت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رکھے۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم وعلیٰ لہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین۔

رضوان احمد نوری شریفی

خادم الجامعۃ البرکاتیہ برکات نگر، پوسٹ گھوسی ضلع مئو یوپی۔

۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۲ر فروری ۲۰۱۳ء، بروز جمعہ

موبائل نمبر: 54587193890

بہتّر فرقے ہمیشہ جہنم میں

(پہلی قسط)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ماہنامہ "کنز الایمان" کے شمارہ جون ۲۰۱۱ء میں موضوع روایتوں سے متعلق اپنی آخری قسط میں، میں نے وعدہ کیا تھا کہ افتراق امت کے سلسلہ میں ڈاکٹر اسید الحق صاحب بدایونی نے جمہور علمائے اہل سنت کے نظریہ کے خلاف نظریہ پیش کیا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں بھی میرا قسط وار مضمون انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا، ایفائے وعدہ کے لیے پہلی قسط قارئین کی خدمت میں حاضر کی جارہی ہے۔

مولانا موصوف نے حدیث افتراق امت کو پیش کرنے کے بعد یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تہتر فرقوں میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے مگر وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، دیر یا سویر انھیں جہنم سے نکال دیا جائے گا اور اپنے اس نظریہ کی تائید میں شارحین، محدثین اور بزرگان دین کے اقوال پیش کیے ہیں، مگر ان کے نظریہ کی تائید نہ تو حدیث شریف کے کلمات سے ہورہی ہے اور نہ ہی شارحین و محدثین وغیرہ کے اقوال سے۔

انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہم کلمات حدیث سے یہ ثابت کریں گے کہ ایک فرقہ ناجیہ کے علاوہ باقی بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس کی تائید میں احادیث کریمہ پیش کرتے ہوئے شارحین اور بزرگان دین کے اقوال سے بھی اپنے نظریہ کو ثابت کریں گے اور پھر ڈاکٹر موصوف اور ان کے ہم خیال لوگوں کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی

؟اس کو بتاتے ہوئے ان کے دلائل کا جائزہ بھی لیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان بہتر باطل فرقوں کے عقائد فاسدہ کو بھی بیان کیا جائے گا جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

حدیث مع سند یہ ہے

حدثنا محمود بن غيلان نا أبو داؤد الحفری عن سفيان عن عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الافريقی عن عبد الله بن يزيد عن عبد الله بن عمر قال قال رَسُوْلُ الله صلى عليه وسلم لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِيْ مَا أَتَى عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حذو النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بنى إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۸۸ و ۸۹)

یہی حدیث شریف بعینہ انھیں الفاظ وکلمات کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح کے ''باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ'' میں مذکور ہے صرف فرق یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ''مَا اتی'' ہے اور مشکوٰۃ المصابیح میں ''کما اتی'' مگر دونوں سے مراد ایک ہی ہے۔

لَیأتین علی أمتی کما اتی علی بنی اسرائیل میں لیاتین کا فاعل مقدر ہے اور وہ لفظ زمان ہے یا لفظ مخالفۃ ہے اور لیاتین فعل کا صلہ علی ہے اور علی کا اصل معنی استعلاء ہے اور استعلاء کہتے ہیں ایک چیز کا دوسری چیز پر بلند ہونے یا غالب ہونے کو یعنی یہ بتانے کے لیے لایا جاتا ہے کہ علی کے مدخول پر کوئی چیز بلند یا غالب ہے

خواہ یہ غلبہ و بلندی حقیقی ہو یا مجازی، اس لیے ''علیٰ'' جہاں بھی استعمال ہوتا ہے وہاں استعلاء کا معنی کسی نہ کسی حیثیت سے پایا جاتا ہے، اسی لیے ''علیٰ'' ضرر اور نقصان کے لیے آتا ہے کیونکہ جو نقصان دہ چیز ہوتی ہے اس کو بھی ایک طرح سے اس چیز پر غلبہ ہوتا ہے جس کو نقصان پہنچتا ہے، حدیث شریف میں بھی علی استعلاء اور نقصان ہی کے معنی کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ جب اتی یاتی کا صلہ علی آتا ہے تو کام تمام کرنے اور ہلاک و برباد کرنے معنی میں ہوتا ہے، چنانچہ لسان العرب'' میں ہے "اتی علیه الدھر : أھلکه (زمانہ نے اس کو ہلاک کیا) اور "أتی علی ید فلان إذا ھلك له مال" (یعنی لہٰذا اُتی علی ید فلان اس وقت کہتے ہیں جب فلاں کا مال ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ ملا علی قاری قدس سرہ اس حدیث شریف کی شرح فرماتے ہوئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں "الاِتیان المجئ بسھولة عدیٰ بعلی لمعنی الغلبة المؤدیة إلی الھلاك و منه قوله تعالیٰ ما تذر من شئ أتت علیه (یعنی اتیان کے معنی آسانی کے ساتھ آنے کے ہیں اور اتیان کا صلہ علی اس لیے لایا گیا تاکہ ہلاکت خیز غلبہ بتائے اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ما تذر من أتت علیه ہے۔

پھر ایک سطر کے بعد ارشاد فرماتے ہیں "فاعل لیأتین مقدر یدل علیه سیاق الکلام و الکاف منصوب عند الجمهور علی المصدر أی لیأتین علی أمتی زمان إتیانا مثل الاِتیان علی بنی اسرائیل او لیأتین علی أمتی مخالفة لما أنا علیه مثل المخالفة التی أتت علی بنی إسرائیل حتی أھلکتھم" (یعنی لیأتین کا فاعل (زمان یا مخالفۃ) مقدر ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے اور کما) کا کاف مصدر کی بنیاد پر منصوب ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری امت پر ضرور ایسا ہی (مہلک) زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر (مہلک) زمانہ آیا یا یہ مطلب ہے کہ میری امت پر میری مخالفت ضرور غالب اور مسلط ہوگی جس طرح بنی اسرائیل پر (نبی) کی مخالفت غالب اور مسلط ہوئی یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا)

اور ظاہر ہے کہ نبی کی مخالفت سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے اور جس کا ایمان رخصت ہو جائے وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جو اس طور پر ہلاک ہوتا ہے اس کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی ہلاکت ایسی ہی ہے اس لیے وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور "کما اتی" میں 'ک' مثل کے معنی میں اور ''ما اتی'' مصدر کے معنی میں ہے کیونکہ ما مصدریہ ہے اور اس سے مماثلت بتانی مقصود ہے لیکن صرف ''ما اتی یا کما اتی'' سے کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ کچھ باتوں میں امت، بنی اسرائیل کے موافق و مطابق ہوگی ہر حیثیت سے مطابقت اور یکسانیت نہیں ہوگی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حذو النعل بالنعل فرما کر اس کا سد باب کر دیا، حذو النعل بالنعل ایک مثل ہے جس کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں دو چیزیں ایک دوسری کے بالکل موافق ہوتی ہیں اور دونوں کے اندر غایت درجہ کی موافقت و مطابقت ہوتی ہے چنانچہ علامہ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی تشریح یوں کی ہے ''حذو النعل بالنعل'' موافق و مطابق با یکدیگر و اصل این ترکیب آنست کہ چوں نعلین بدوزند طاقات آنہا را بر یکدیگر اندازہ کردہ ببرند تا برابر آیند و گویند حذوت النعل بالنعل و حذ و بمعنی اندازہ کردن و بریدن نعل را و طابق النعل بالنعل نیز گویند پس ازاں مثل شد در موافقت دو چیز بیکدیگر (یعنی دونوں ایک دوسرے کے بالکل موافق و مطابق ہوں گے اور حذو النعل بالنعل کی ترکیب کی اصل یہ ہے کہ موچی جب جوتا سیتے ہیں تو ایک تلہ کو دوسرے تلے سے ملا کر پورا اندازہ اور برابر کر کے سیتے ہیں، عرب کہتے ہیں حذوت النعل بالنعل میں نے دونوں پاؤں کے جوتے بالکل برابر تیار کیے پھر دو چیزوں کے آپس میں بالکل برابر اور مطابق ہونے پر یہ مثل اور محاورہ استعمال ہونے لگا)

اور علامہ قاری علیہ الرحمۃ والرضوان اس کے بارے میں فرماتے ہیں "حذو النعل استعارۃ فی التساوی" (حذو النعل تساوی کے لیے استعارہ ہے) پھر

ایک سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں "نصبه علی المصدر أی یحذو نهم حذ وا مثل حذو االنعل بالنعل أی تلك المماثلة المذ کورۃ فی غایة المطابقة و الموافقة" (یعنی حذو النعل مصدر کی بنیاد پر منصوب ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری امت بنو اسرائیل کی پورے طور پر پیروی کرے گی ان دونوں میں پورے طور پر یکسانیت اور برابری ہوگی جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے یعنی جس مماثلت کا حدیث میں ذکر ہے وہ غایت درجہ کی مطابقت وموافقت میں مماثلت ہے)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ امت ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے بنو اسرائیل کے بالکل موافق ہوگی اور ان دونوں میں پوری پوری یکسانیت پائی جائے گی اور پوری یکسانیت اسی صورت میں ہوگی جب کہ دونوں کے اعمال وعقائد ایک دوسرے کے موافق ہوں چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح کی یکسانیت کو بیان فرمایا ہے، ظاہری برابری اور یکسانیت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "حتی ان کان منهم من اتی أمه علانیة لکان فی امتی من یصنع" (یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا) یہ اعمال کی برابری کا ذکر ہے یعنی بدتر سے بدتر گناہ جو بنو اسرائیل میں پائے جاتے تھے یا پائے جائیں گے میری امت بھی اس کی مرتکب ہوگی

اس کے بعد باطنی برابری اور یکسانیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "و ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنیتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدۃ" (اور بیشک بنو اسرائیل بہتر ملت (فرقے) میں بٹ گئے اور میری امت تہتر ملت (فرقوں) میں بٹ جائے گی) سوائے ایک (اہل) ملت (فرقہ) کے سب جہنم میں جائیں گے) یہاں باطنی مطابقت اور یکسانیت اس طور پر ہے کہ بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور ان سب کے عقائد وخیالات باطل تھے جن کی وجہ سے ان کے دلوں سے ایمان رخصت ہوگیا اور

جہنم کے مستحق ہو گئے اس میں ہمیشہ رہیں گے جس کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں ہے ان میں سے چند آیتیں پیش کی جا رہی ہیں۔

پہلے پارہ رکوع ۸ میں ہے "وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً، قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ، بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرما دو کیا خدا سے تم نے عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں، ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انھیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے)

اور تیسویں پارہ رکوع ۲۳ میں ہے "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ شَرُّ الْبَرِيَّةِ" (بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ بنو اسرائیل کے بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تہتر فرقوں میں بٹے گی مگر ان میں بھی بہتر ہی فرقوں کے عقائد و خیالات باطل ہوں گے، ان کے بھی دلوں سے ایمان رخصت ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اس طرح بنو اسرئیل اور امت محمد کے بہتر فرقوں کے درمیان پوری پوری موافقت اور یکسانیت ہو گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ امت محمدیہ کے بہتر فرقے وقتی طور پر جہنم میں داخل ہوں گے ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے تو بنو اسرائیل اور امت کے درمیان غایت درجہ کی مطابقت و موافقت متحقق نہیں ہو گی اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ صرف بنو اسرائیل کے عقائد و خیالات منافی ایمان ہوں جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں

گے اور امت کے بہتر فرقوں کے عقائد وخیالات منافی ایمان نہ ہوں گے صرف بدعت مفسقہ کی وجہ سے جہنم میں مطابقت ہوگی، اس لیے کہ بنو اسرائیل ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے اور امت کے بہتر فرقے عارضی طور پر داخل ہوں گے لہٰذا اعمال میں تو مطابقت اور یکسانیت پائی جائے گی مگر عقائد میں موافقت نہ ہوگی جو سراسر حذو النعل بالنعل کے مقتضا کے خلاف اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کے خلاف ہے اس لیے کہ "وان بنی اسرائیل" میں واو حرف عطف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حذو النعل بالنعل کا تعلق اعمال سے بھی ہے اور عقائد سے بھی ہے اور جب اعمال وعقائد دونوں میں یکسانیت پورے طور پر پائی جائے گی تو امت کے بہتر فرقے بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، اس پر حضور صلی اللہ علی وسلم کا ارشاد کلھم فی النار الا واحدۃ ایسی روشن دلیل ہے جس کو رد نہیں کیا جا سکتا، یہ ارشاد گرامی دلیل کیسے ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مستثنیٰ کو سمجھا جائے کہ مستثنیٰ کیا چیز ہے اور اس کا استعمال کیوں اور کب ہوتا ہے؟۔

مستثنیٰ، اس اسم کو کہتے ہیں جو الا اور اس کے اخوات (امثال) لفظِ غیر وغیرہ کے بعد مذکور ہوتا ہے، الا سے پہلے والے لفظ کو مستثنیٰ منہ اور اس کے بعد والے لفظ کو مستثنیٰ کہتے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بتایا جائے کہ جو حکم مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے وہ مستثنیٰ کی طرف منسوب نہیں ہے، مستثنیٰ کی دو قسم ہے متصل اور منقطع یہاں مستثنیٰ متصل ہے اور مستثنیٰ متصل اس اسم کو کہتے ہیں جس کو الا اور اس کے امثال کے ذریعہ متعدد سے باعتبار حکم خارج کیا گیا ہو، جیسے جاء نی القوم اِلّا زیدا (میرے پاس قوم آئی مگر زید نہیں آیا) دیکھئے یہاں قوم متعدد ہے اس لیے کہ قوم میں متعدد افراد ہوتے ہیں اور زید قوم میں داخل اور اس کا ایک فرد ہے مگر مجی (آنے) کے حکم میں داخل نہیں بلکہ اس کو آنے کے حکم سے خارج کر دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے حکم میں داخل نہیں ہوتا۔

اب حدیث شریف کے ٹکڑے کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃٍ میں غور کیجئے، ملۃ واحدۃ، کلھم میں داخل ہے اور اس کا ایک فرد ہے مگر فی النار کے حکم سے خارج کر دیا گیا ہے، یہاں خلود فی النار مراد نہ ہو تو ملۃ واحدۃ کو خارج کرنا درست نہیں ہوگا اس لیے کہ فرقۂ ناجیہ کے گنہگار بھی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے پھر نکال دیے جائیں گے، لہٰذا ضروری ہے کہ کلھم فی النار کا معنیٰ یہ ہو کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ورنہ استثناء درست نہیں ہوگا، لہٰذا حدیث شریف کے الفاظ سے یہ ثابت ہو گیا کہ امت کے بہتر فرقے بھی بنو اسرائیل کے بہتر فرقوں کی طرح جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس کی تائید دوسری حدیثوں سے بھی ہو رہی ہے بعض سے اجمالاً اور کنایۃً اور بعض سے صراحۃً تائید ہو رہی ہے جس حدیث سے اجمالاً ہمارے نظریہ کی تائید ہو رہی ہے وہ احمد اور ابو داؤد کی روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے "ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ وَاِنَّہٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَاءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ لَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَہٗ" اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے افتراق امت کی حدیث سے متصلاً ذکر کیا ہے اور سنن ابی داؤد میں بھی یہ حدیث افتراق امت والی حدیث کے ساتھ مذکور ہے مگر تھوڑا فرق ہے، مشکوٰۃ میں تجاری اور یتجاری الکلب بصاحبہ ہے اور سنن میں تجاری اور یتجاری الکلب لصاحبہ اور بصاحبہ دونوں ہے، حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہے (بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا وہ جماعت (اہل سنت و جماعت) ہے اور بیشک میری امت سے ایسی قومیں نکلیں گی جن میں خواہشات نفسانی (بدعتیں اور برے عقیدے) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح پاگل کتے کا زہر کاٹے ہوئے شخص کی رگ و ریشہ میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے کہ کوئی رگ اور جوڑ باقی

نہیں رہتا)

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہشات نفسانی (بدعتوں) میں ڈوبی ہوئی قوموں کو، پاگل کتے کے کاٹے ہوئے شخص سے تشبیہ دی ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ان قوموں کی تمام رگوں، ریشوں اور جوڑوں میں بدعتیں اور برے عقیدے سرایت کر جائیں گے اور جن قوموں کی یہ پوزیشن ہوگی ان کا ایمان محفوظ نہیں رہ سکتا اس لیے کہ جس کا ایمان محفوظ ہوگا اس کی یہ پوزیشن نہیں ہوسکتی کیونکہ ایمان جو اعظم طاعت ہے اس کے ساتھ ہوگا، اور جب قوموں کا حال یہ ہوگا تو علم دین سے بھاگیں گی، حق بات کو قبول نہیں کر سکتیں، علم سے محروم ہوکر کفر و جہل کی وادیوں میں بھٹکتی ہوئی مر جائیں گی اور ان قوموں کی صحبت میں رہنے والا بھی انھیں جیسا ہو جائے گا جس طرح سگ گزیدہ پانی سے بھاگتا ہے، پانی پی نہیں سکتا، پانی سے محروم رہ کر پیاسا مر جاتا ہے اور جس کو کاٹ لیتا ہے اسے بھی اپنے جیسا بنا دیتا ہے۔

چنانچہ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وتشبیہ اہل اہوا بصاحب ایں علت بجہت آنست کہ بر صاحبش مستولی گردد و اعراض ردیہ از وے متولد شود و ضرر آں از وے بدیگرے تجاوز کند چنانکہ علت بدعت و ہوی در اہل اہوا چنانکہ صاحب علت کلب از آب بگریزد و نتواند آنرا خورد و تشنہ بمیرد ہمچنیں اہل اہوا از علم دین بگریزند و نتوانند از اں مستفید شوند و محروم از اں بمیرند و در بادیۂ جہل و باویۂ بدعت جان دہند نسأل اللہ العافیۃ'' (اور اہل بدعت کو اس بیماری والے (سگ گزیدہ) سے تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ اس موذی مرض کا اثر سگ گزیدہ کے پورے بدن میں ہوتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن کا ضرر و نقصان دوسرے تک پہنچ جاتا ہے جس طرح بدعت کی بیماری اہل بدعت میں سرایت کر جاتی ہے اور جس طرح باولے پن کی بیماری والا (سگ گزیدہ) پانی سے بھاگتا ہے، پانی پی نہیں سکتا اور پیاسا مر جاتا ہے اسی طرح اہل بدعت علم دین سے بھاگتے

ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور اس سے محروم ہو کر جہل کی وادی اور بدعت کے گڈھے میں جان دے دیتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں) چنانچہ آج جتنے باطل فرقے ہیں سب کا حال یہی ہے مذکورہ تمام صفتیں ان کے اندر بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔

اور اہل سنت و جماعت کے نظریہ کی صراحۃً تائید مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہو رہی ہے گویا مندرجہ ذیل حدیثیں مذکورہ حدیث کی تفسیر ہیں امام احمد نے مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک میں، ابونعیم نے حلیہ میں، حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں کی ہے "يَخْرُجُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ" یا "يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. كُلَّمَا قَطَعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ هُمْ يَخْرُجُ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ" (یعنی مشرق سے ایک قوم نکلے گی، یا مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے قرآن پڑھیں گے وہ انکے حلقوں سے آگے نہیں بڑھے گا جب جب ایک نسل ختم ہوگی دوسری نسل پیدا ہوگی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ (کنز العمال ۱۱/۱۸۰/۱۸۱)

کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ مسیح دجال کے ساتھ نکلنے والا شخص مومن ہوگا؟ ہرگز وہ مومن نہیں ہوگا اور جب وہ مومن نہی ہوگا تو وہ نسلیں اور فرقے جن میں کا وہ آخری شخص ہوگا کیسے مومن ہوسکتی ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ تمام نسلیں اور فرقے بے ایمان ہوں گے جس کی صراحت دوسری حدیثوں میں موجود ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْباً لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدٍ" اس (ذوالخویصرہ تمیمی) کی نسل سے ایک قوم

نکلے گی وہ قرآن خوش الحانی کے ساتھ پڑھے گی مگر اس کی حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائے گی جیسے تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے، کاش میں اس کو پالیتا تو ضرور قوم ثمود کی طرح قتل کرتا)۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ وہ دین سے نکل جائیں گے یعنی ایمان لانے کے بعد کافر ہوجائیں گے، کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ دین سے نکلنے کے بعد ہوسکتا ہے کہ پھر دین میں لوٹ آئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد سے اس کا سد باب کردیا چنانچہ ارشاد فرمایا ''یَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ. لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ. یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ لَا یَعُوْدُوْنَ فِیْهِ حَتّٰی یَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰی فُوْقِهٖ سِیْمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ''۔[1]

(کچھ لوگ مشرق کی جانب سے نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہ پلٹیں گے، یہاں تک کہ تیر سوفار (تیر کی چٹکی) کی طرف پلٹے، ان کی علامت سر منڈانا ہے) اور مشکوٰۃ شریف باب قتل اہل الردمیں ابوداؤد کے حوالہ سے یہ حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ یوں مذکور ہے "عن أنس بن مالك عن رسول الله صلی لله علیه سلم قَالَ سَیَكُوْنَ فِیْ اُمَّتِیْ اخْتِلَافٌ وَ فِرْقَةٌ قَوْمٌ یُحْسِنُوْنَ الْقِیْلَ وَ یُسِیْئُوْنَ الْفِعْلَ یَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ لَا یَرْجِعُوْنَ حَتّٰی یَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰی فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِیْقَةِ طُوْبٰی لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَ قَتَلُوْهُ یَدْعُوْنَ اِلَی الْکِتَابِ وَ لَیْسُوْا مِنَّا فِیْ شَیْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ کَانَ اَوْلٰی بِاللّٰهِ مِنْهُمْ

[1] صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۲۴

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَا هُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ "رواه ابوداؤد" (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف وافتراق پیدا ہوگا، ایسی قوم (پیدا) ہوگی جو بات اچھی کہے گی اور کام برا کرے گی، قرآن پڑھیں گے جوان کی حلق سے نیچے نہیں اتریگا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے (پھر دین کی طرف) لوٹیں گے نہیں یہاں تک کہ تیر سوفار (تیر کی چٹکی) کی طرف پلٹ جائے، وہ بدترین مخلوق ہوں گے اور بدترین طبیعت وعادت والے ہوں گے، اس کے لیے سعادت ہے جو انھیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں، کتاب کی دعوت دیں گے حالانکہ وہ ہم میں سے کسی چیز میں نہیں ہوں گے، جو ان سے قتال کرے گا وہ اللہ سے زیادہ قریب ہوگا، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا سر منڈانا) ان تمام مذکورہ حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ مذکورہ قومیں اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے خارج ہو جائیں گی پھر دین کی طرف نہیں پلٹیں گی اور کفر ہی پر مریں گی اور جو کفر پر مرے گا اس کا ٹھکانا یقینا جہنم ہوگا، یہی وہ مختلف قومیں اور نسلیں ہیں جو بہتر فرقوں میں بٹ جائیں گی اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گی۔

بہتّر فرقے ہمیشہ جہنم میں

(دوسری قسط)

شارحین حدیث کے اقوال:

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ "وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وجدا میشوند امت من از آنہا کہ ایمان آوردہ اند وروئے بقبلہ دارند بر ہفتادو سہ مذہب درا صول عقائد" (یعنی اصول عقائد میں میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی) "حضرت شیخ کی عبارت سے یہ واضح ہے کہ امت میں افتراق اصول عقائد میں مخالفت کی وجہ سے ہوگا۔ اصول عقائد کیا ہیں؟ تو اس سلسلے میں قرآن مجید، احادیث کریمہ اور کتب عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید، رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ جلایا جانا اصول عقائد ہیں چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ "التفرقة بین الاسلام و الزندقة" میں فرماتے ہیں "أما القانون فهو أن تعلم النظريات قسمان، قسم يتعلق بأصول العقائد و قسم يتعلق بالفروع و اصول الايمان ثلثة: الايمان بالله و رسوله وباليوم الآخر وما عداه فروع و اعلم انه لا تكفير فى الفروع اصلاء الا فى مسئلة واحدة وهى ان ينكر اصلاً دينياً علم من الرسول صلى الله عليه وسلم بالتواتر لكن فى بعضها تخطئة كما فى الفقهيات وفى بعضها تبديع كالخطاء بالامامة واحوال الصحابة" (رہا قانون تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نظریات کی دو قسم ہے ایک قسم کا تعلق اصول

عقائد سے اور دوسری قسم کا تعلق فروع سے ہے اور اصول ایمان تین ہیں، اللہ پر ایمان لانا، اس کے رسول پر ایمان لانا اور قیامت کے دن پر ایمان لانا اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہیں وہ فروع ہیں اور جان لو کہ فروع میں سرے سے تکفیر ہی نہیں سوائے ایک مسئلہ کے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے اصول دین کا انکار کرے جس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ہو، لیکن باقی فروعی مسائل میں سے بعض میں خطا کار کہا جائے گا جیسے مسائل فقہیہ میں اور بعض میں بدعتی جیسے مسئلہ امامت اور احوال صحابہ میں خطا۔

اصول عقائد میں اہل حق کی مخالفت کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی ان اصول میں سے کسی ایک یا دو یا تینوں پر ایمان نہ لائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایمان تو لائے مگر کما حقہ ایمان نہ لائے ان دونوں صورت میں ایمان نہ لانے والا اسلام و ایمان سے قطعاً یقیناً اجماعاً خارج ہو جاتا ہے اور ایمان سے خارج ہونا کفر وارتداد ہے اور کفر ایسا گناہ ہے جو معاف نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ أَن یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (پارہ ۵ رکوع ۴) اس آیت کریمہ میں شرک سے مراد مطلق کفر ہے چنانچہ جلالین شریف کے حاشیہ میں اسی آیت کے تحت ہے المراد بالشرك مطلق الکفر (شرک سے مراد مطلق کفر ہے) اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ یہ کیا ہے (بیشک اللہ اسے نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے) معنی یہ ہیں کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں اس کے لیے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار مرتکب کبائر ہو اور بے توبہ بھی مر جائے تو اس کے لیے خلود نہیں اس کی مغفرت اللہ کی مشیت میں ہے چاہے معاف فرمائے یا اس کے گناہ ہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے۔ چنانچہ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کلھم فی النار کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ہمہ

ایشاں مستحق در آمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقۂ ناجیہ نیز در آیند قول با آنکہ ذنوب فرقۂ ناجیہ مطلق مغفور ست سخن بے دلیل ست" (یعنی بد عقیدگی کی وجہ سے سب جہنم میں جانے کے مستحق ہوں گے ورنہ بدعملی کی وجہ سے فرقۂ ناجیہ کے لوگ بھی جہنم میں جا سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ فرقۂ ناجیہ کے گناہ مطلق بخش دیئے گئے ہیں یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں) یہاں سوء اعتقاد سے مراد وہ بدعقیدگی ہے جو حد کفر کو پہنچی ہو اس لیے کہ اصول عقائد کی مخالفت یقیناً کفر ہے اور کفر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہے اس کی تائید خود حضرت شیخ کے اخیر والے جملہ سے بھی ہوتی ہے اس لیے کہ اگر یہاں خلود فی النار مراد نہ ہو تو اِلَّا مِلَّۃ واحدۃ یقیناً فرقۂ ناجیہ کے گناہ مطلقاً بخش دیئے جانے کی دلیل ہوگی کیونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے حکم سے خارج ہوتا ہے جیسا کہ پہلی قسط میں بتایا جا چکا ہے

خلود فی النار کی صراحت

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان "کلھم فی النار" کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "لأنھم یتعرضون لما یدخلھم النار فکفارھم مرتکبون ما ھو سبب فی دخولھا المؤبدۃ علیھم ومبتدعتھم مستحقۃ لدخولھا إلّا أن یعفو اللہ عنھم" (اس لیے کہ وہ اس کے درپے ہوں گے جو انھیں جہنم میں داخل کرے گی تو ان میں کے کفار ایسے گناہ کے مرتکب ہوں گے جس کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور ان میں کے بدعتی جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوں گے مگر یہ کہ اللہ انھیں معاف فرما دے تو (جہنم میں نہیں جائیں گے)

علامہ موصوف کی عبارت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے یہ جانا جائے کہ بدعت دو طرح کی ہوتی ہے ایک بدعت وہ ہوتی ہے جس کے ارتکاب سے مومن کافر ہو جاتا ہے اور دوسری وہ بدعت ہوتی ہے جس کے ارتکاب سے مومن صرف گمراہ ہوتا

ہے کافر نہیں ہوتا۔ کون سے عقائد و اعمال بدعت مکفرہ ہوتے ہیں اور کون سے عقائد و اعمال مکفرہ نہیں بلکہ صرف ضلالت و گمراہی ہوتے ہیں اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ایمان و کفر کو سمجھا جائے۔

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب شرح عقائد نسفی جو عرصہ دراز سے تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھا جاتی ہے اس میں ایمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"ان الإیمان فی الشرع هو التصدیق بما جاء به الرسول صلی الله علیه وسلم من عند الله تعالیٰ أی تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة مجیئه به من عند الله تعالیٰ إجمالاً" ص ۹۰)

یعنی شریعت میں ایمان کہتے ہیں سچے دل سے ان تمام باتوں کی اجمالاً تصدیق کرنے کو جن کے بارے میں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں۔

ابھی میں نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں الضرورۃ کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب سمجھنے کے بعد ہی آپ واضح طور پر ایمان کا مطلب سمجھیں گے، شرح عقائد نسفی کی مشہور و معروف شرح ''النبراس'' جو اپنے وقت کے محقق علامہ عبد العزیز فرہاری قدس سرہ کی تصنیف ہے اس میں الضرورۃ کا مطلب بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"قیل المراد با لضرورة ما یقابل الاستدلال فی الضروری کالمسموع من فم رسول الله (صلی الله علیه وسلم) أو منقول عنه بالتواتر کالقرآن و الصلوات الخمس و صوم رمضان و حرمة الخمر و الزنا و قیل أراد با لضرورة الاشتهار بین الخاصة و العامة ضروریا کان الحکم أو استدلالیا و اورد علیه أنه یلزم عدم التکفیر من ینکر الحکم القطعی غیر المشتهر بین العامة کحد القذف قد یجاب بتفسیر

الخاصة المجتهدين والعامة بسائر العلماء و کتب الشارح علی هو امش الکتاب أن المراد بالضرورة الیقین فلا یکفر بإنکار الظنی کا لثابت بالاِجتهاد أوخبر الواحد"

اس عبارت میں ضرورت سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں تین اقوال پیش کئے گئے ہیں پہلے قول میں ضرورت سے مراد بداہت ہے یعنی کسی چیز کا علم بغیر نظر وفکر کے حاصل ہونا دوسرے قول میں ضرورت سے مراد مجتہدین و دیگر علما یا علما اور علما کی صحبت سے شرفیاب ہونے والے عوام کے درمیان مشہور ہونا ہے، چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے المعتقد المنتقد کے حاشیہ المستند المعتمد میں ضرورت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ جس کو خاص اور وہ عام لوگ جانتے ہوں جو خواص یعنی علما کی صحبت میں رہتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

والمحققون لا یکفرون الا بإنکار ما علم من الدین ضرورة بحیث یشترك فی معرفته الخاص والعام المخالطون للخواص"

تیسرے قول میں ضرورت سے مراد یقین ہے پس پہلے قول کی بنیاد پر وہ چیز جس کا علم بغیر نظر وفکر کے حاصل ہوتا ہے اس کو ضروری کہتے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دین کی کوئی بات سنی گئی ہو یا وہ بات سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اتنے لوگوں نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو جیسے قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے فرض ہیں، شراب و زنا حرام ہے، دوسرے قول کی بنیاد پر ضروری سے مراد وہ حکم ہے جو خواص (مجتہدین) اور عوام (باقی تمام علمائے دین) کے درمیان یا علما کی صحبت سے شرفیاب ہونے والوں کے درمیان مشہور ہو خواہ وہ حکم نظری ہو یا بدیہی۔

تیسرے قول کی بنیاد پر ضروری سے مراد یقینی ہے، بہر حال ضروری کا مطلب یا تو بدیہی ہے یا مشہور یا یقینی، لہٰذا ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایمان نام ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں میں سچے دل سے تصدیق کرنا جن باتوں کے بارے میں بدیہی یا یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان تمام باتوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں یا ان باتوں کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے لانا مجتہدین علمائے دین یا علما یا علما کی صحت سے شرفیاب ہونے والوں کے درمیان مشہور ہے ایسی تمام باتوں کو ضروریات دین کہتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک بات کو ضروری دین کہتے ہیں۔

کفر:

اور معاذ اللہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں سے کسی کو جھٹلانا، انکار کرنا یا اس میں ادنیٰ شک لانا کفر ہے۔

کفر لزومی و التزامی:

پھر یہ انکار دو۔ طرح ہوتا ہے لزومی اور التزامی۔ التزامی یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی شیٔ کا صراحۃً انکار کرے یعنی جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و مخالفت ضروریات دین ہو، یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اسی کو کفر کلامی کہتے ہیں۔

لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہو یعنی انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے اسی کو کفر فقہی کہتے ہیں، اس کفر فقہی کے مرتکب کو متکلمین کافر نہیں کہتے۔

چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ ششم میں بڑے اچھے انداز میں سمجھایا ہے وہ فرماتے ہیں "تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید العٰلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب

کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے ادامه الله لنا حتی نلقاه به یوم القیامة و ندخل بفضل رحمته دار السلام آمین اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شك لانا کفر اعاذنا الله منه بحفظه العظیم و رحم عجزنا و ضعفنا بلطفه الفخیم انه هو الغفور الرحیم آمین اله الحق آمین پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی، التزامی یہ ہے کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگر چہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعویٰ کرے، کفر التزامی کے یہی معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرے جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا، ہم نے دیکھا ہے، بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں، بلکہ اس کے یہ معنیٰ کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیا چرہ کا وجود ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزات انبیا علیہم افضل الصلوٰۃ السلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادیٔ برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہے انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات باطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام و ہمدردی قوم کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے قاتلهم الله انی یوفکون۔

اور لزومی یہ ہے کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف مودی

اور وہ قطعاً کفر مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرت اہل بیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو زبانی دعوؤں سے پیشوا بتاتے اور خلافت صدیقی وفاروقی پر انکے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہو گئے جنھوں نے مآل مقال اور لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت ومذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں فرماتے ہیں "من قال بالمآل لما یؤدی إلیه قوله ویسوقه إلیه مذهبه کفره فکأنهم صرحوا عنده بما ادی إلیه قولهم و من لم یواخذهم بمآل قولهم ولا الزمهم بموجب مذهبهم لم یرا کفارهم لأنهم إذا وقفوا علی هذا قالوا لا نقول بالمآل الذی الزمتموه لنا و نعتقد نحن و أنتم أنه کفر بل نقول ان قولنا لایؤل إلیه علی ما أصلناه فعلی هذین المآخذین اختلف الناس فی اکفارهم اهل التاویل و الصواب ترك إكفارهم ملخصا"
(فتاویٰ رضویہ ششم قدیم ص ۲۶۵،۲۶۶)

اتنی بات سمجھنے کے بعد اب ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبارت سمجھئے وہ فرماتے ہیں "لأنهم یتعرضون لما یدخلهم النار فکفارهم مرتکبون ما هو سبب لدخولها المؤبدة علیهم و مبتدعتهم مستحقة لدخولها إلا أن یعفو الله عنهم" اس عبارت کا ترجمہ گذر چکا ہے اس عبارت میں فکفارہم میں کفار سے مراد ایسے ہی لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری کے منکر ہیں اور قطعاً اور اجماعاً کافر ہیں ایسوں کے لیے یقیناً خلود فی النار ہے اور عبارت مذکورہ میں مبتدعتہم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ یا قول عین کفر تو نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آتا ہو یا اس سے کم درجہ کی بدعقیدگی ان کے اندر پائی جاتی ہے تو ایسے لوگوں اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے

اور عذاب نہ کرے، یا جہنم میں داخل کرے اور سزا کے بعد انھیں اپنے فضل وکرم سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

ڈاکٹر اسید الحق صاحب نے ہمارے بزرگان دین کی جن عبارتوں کو اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کیا ہے وہ لزوم کفر سے متعلق ہیں خواہ عبارت امام ابوالحسن اشعری کی ہو یا شیخ محقق دہلوی کی ہو یا مجدد الف ثانی کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ذیل میں ہم ان عبارتوں کو انھیں کے ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو بھی اطمینان حاصل ہو جائے۔

(۱) ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں "امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعری (متوفی ۳۲۴ھ) اپنی کتاب "مقالات الاسلامیین" کے آغاز میں فرماتے ہیں: "اختلف الناس من بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم في أشياء كثيرة ضلل فيها بعضهم بعضا و برئ بعضهم من بعض فصاروا فرقا متبائنين و احزابا متشتتين الاان الاسلام يجمعهم ويشتمل عليهم (٦٩)"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف واقع ہو گیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ الگ الگ فرقوں اور مختلف احزاب میں تقسیم ہو گئے، ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع ہے اور ان سب پر مشتمل ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام اشعری ان فرقوں کو اسلام سے خارج نہیں مانتے بلکہ ان کی گمراہی کے باوجود ان سب فرقوں کو اسلام میں شامل ہی تسلیم کرتے ہیں، امام اشعری کا یہ موقف ان کی کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے انھوں نے اپنی کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" رکھا ہے یعنی اہل اسلام کے مقالات، اور پھر اس کتاب میں خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد اور مقالات ذکر فرمائے ہیں، اگر ان فرقوں کو وہ اسلام سے خارج سمجھتے تو کتاب کا نام

"مقالات الاسلامیین" نہ ہو کر مقالات المرتدین" ہونا چاہیے تھا۔"

ڈاکٹر موصوف نے حضرت امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ مقالات الاسلامیین میں جتنے فرقوں کا بیان ہوا ہے وہ اسلام سے خارج نہیں خواہ بالاجماع کافر ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ ان سب کے بارے میں امام اشعری علیہ الرحمہ نے فرمایا"إلا أن الاسلام یجمعهم ویشتمل علیهم" حالانکہ امام صاحب کی مراد یہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام اشعری علیہ الرحمہ نے ضلل بعضهم بعضا (ان میں سے بعض نے بعض کو گمراہ کہا) فرمایا" کفر بعضهم بعضا" (ان میں سے بعض نے بعض کو کافر کہا) نہیں فرمایا اگرچہ گمراہی کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کا ادنیٰ درجہ ترک اولیٰ اور انتہائی درجہ کفر و شرک ہے مگر یہاں وہی گمراہی مراد ہے جو حد کفر تک نہ پہنچی ہو، اس کی تائید محشی کے قول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ محشی إلا أن الاسلام یجمعهم ویشتمل علیهم پر حاشیہ تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں "یشیر المؤلف الی ما وقع من اختلاف الرأی فی مسائل فرعیة لم ینزل فیها نص صریح. و کذالك الاضطراب الذی حدث بعد وفاة الرسول صلی الله علیه وسلم هذا کله وارد فی کتب السیرة والتاریخ. فلا ضرورة الی التوسع فی شرحه لأنه یخرج عن الغرض من الکتاب" (مؤلف کا اشارہ ایسے فرعی مسائل میں اختلاف رائے کی طرف ہے جن کے بارے میں کوئی نص صریح نازل نہیں ہوئی اور یونہی اس اضطراب واختلاف کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رونما ہوا یہ تمام باتیں سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں اس لیے ان کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب کی غرض سے خارج ہے)

امام اشعری علیہ الرحمہ اور محشی دونوں کی تحریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہاں گمراہی سے کفر و شرک نہیں مراد ہے اور ظاہر ہے جس سے کفر و شرک صادر نہ ہو گا وہ مسلمان اور مؤمن ہی کہلائے گا اسی لیے امام اہل سنت نے فرمایا إلا أن الاسلام

یجمعھم ویشتمل علیھم۔

ڈاکٹر مذکورہ عبارت کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کرنے کے بعد کتاب کے نام مقالات الاسلامیین کو بھی دلیل میں پیش کیا اور کہا کہ اگر وہ فرقے خارج از اسلام ہوتے تو اس کتاب کا نام مقالات المرتدین ہونا چاہیے تھا اس کتاب کو مقالات الاسلامیین کے نام سے موسوم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جن فرقوں کا اس میں ذکر ہے وہ اسلام سے خارج نہیں۔

یہاں بھی مولانا غلط فہمی کے شکار ہوئے ہیں کیونکہ مذکورہ نام رکھنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کتاب میں مذکورہ تمام فرقے مسلمان ہیں اسلام سے خارج نہیں ہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ فرقے عقائد باطلہ اور عقائد کفریہ کے باوجود اسلام کے دعویدار ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اس اعتبار سے کتاب کا نام "مقالات الاسلامیین" رکھا۔ ورنہ ان فرقوں کو مسلمان ماننا لازم آئے گا جو قطعاً یقیناً کافر ہیں اس لیے کہ ان فرقوں کا بھی اس کتاب میں ذکر ہے خود مولانا کے نزدیک جو فرقے بالاجماع کافر ہیں جیسے سبائیہ، جہمیہ اور وہ روافض جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ مانتے ہیں ان تمام فرقوں کا امام اشعری علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے اور ان کے عقائد باطلہ فاسدہ کو بیان فرمایا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام موصوف نے جن فرقوں کے بارے میں "اِلا ان الاسلام یجمعھم ویشتمل علیھم" فرمایا ہے ان سے مراد وہی فرقے ہیں جن کی گمراہ وبدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے۔

(۲) "شرح سفر السعادۃ میں حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں "مراد بدخول نار ونجات ازاں بجہت عقیدہ است نہ عمل والا دخول فرقۂ ناجیہ در نار بجزائے عمل نیز جائز است، ایں فرقہ ہمہ اہل قبلہ اند وتکفیر آنہا مذہب اہل سنت و جماعت نہ، اگرچہ کفر برانہا لازم آمد" (ان فرقوں کے جہنم میں داخل ہونے اور اس

سے نجات حاصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ دخول عقیدہ کے سبب ہوگا عمل کے سبب نہیں، ورنہ عمل کی جزا کے طور پر فرقہ ناجیہ کا بھی جہنم میں داخل ہونا جائز ہے، یہ تمام فرقے اہل قبلہ ہیں، مذہب اہل سنت پر ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اگر چہ ان پر کفر لازم آئے"۔

یہاں شیخ کا تمام فرقوں کو اہل قبلہ کہنا اور یہ کہنا کہ اگر چہ انپر کفر لازم آئے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی یہ دلیل ہے کہ کفر التزامی کے مرتکب نہ ہوں زیادہ سے زیادہ کفر لزومی کے مرتکب ہوں تو ایسے لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے لیکن وہ فرقے جن کی گمراہی اور بد عقیدگی اصول عقائد میں مخالفت کی وجہ سے حد کفر تک پہنچ چکی ہو اور کفر التزامی کے مرتکب ہوں تو وہ یقیناً اجماعاً ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

(۳) "امام ربانی مجدد الف ثانی نے بھی مکتوبات میں یہی موقف اختیار کیا ہے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں "باید دانست کہ مراد از قول آں سرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کہ در حدیث تفریق این امت بہفتاد و دو فرقہ واقع شدہ است کلہم فی النار الا واحدہ دخول شاں است در نار ومکث شاں است در عذاب آن نہ خلود در نار و دوام در عذاب آنکہ منافی ایمان ومخصوص بکفار" (جاننا چاہیے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کلهم في النار إلا واحدة جو حدیث افتراق امت میں وارد ہوا ہے سے مراد ان کا جہنم میں داخل ہونا اور عذاب میں کچھ وقت گذارنا ہے نہ کہ (مراد یہ ہے کہ) خلود فی النار اور عذاب میں ہمیشہ رہنا جو کہ ایمان کے منافی ہے اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے"۔

اس عبارت سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ جو فرقے کفر التزامی کے مرتکب نہیں ہوں گے وہ جہنم سے نکالے جائیں گے اور جو کفر التزامی کے مرتکب ہوں گے وہ ہمیشہ رہیں گے اس لیے کہ ان کے پاس ایمان ہوگا ہی نہیں کہ جہنم میں ہمیشہ رہنا منافی ایمان ہو۔

پھر مولانا موصوف لکھتے ہیں ''کچھ آگے چل کر امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

وچوں ایں فرقہ مبتدع اہل قبلہ اند در تکفیر آنہا جرأت نہ باید نمود تازمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند ورد متواترات احکام شرعیہ کنند وقبول ماعلم مجیئہ من الدین بالضرورة نکنند علما فرمودند اگر نود ونہ وجہ کفر دائر شود ویک وجہ اسلام یافتہ شود تصحیح این وجہ باید نمود وحکم بکفر نباید کرد'' (چونکہ یہ گمراہ فرقے اہل قبلہ ہیں (لہٰذا ان کی تکفیر کرنے میں جرأت نہیں کرنا چاہیے، تاوقتیکہ ضروریات دین کا انکار کریں، متواتر احکام شرعیہ کو رد کریں اور ضروریات دین کو قبول نہ کریں، علما نے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا ہو تو اسلام والے پہلو کو صحیح ماننا چاہیے اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہیے)۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ جو ضروریات دین کا صراحۃً منکر ہو اور جس کے کفریہ اقوال میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہ ہو اس کی تکفیر کی جائے گی اور وہ بھی ایسا ہی کافر ہوگا کہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں

(تیسری قسط)

ڈاکٹر اسید الحق صاحب محقق دوانی علیہ الرحمہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۴) ''ملا جلال الدین محقق دوانی نے بھی یہاں "کلها فی النار" سے دخول فی النار، مراد لینے کو ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں کلها فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد أنه لو ارید الخلود فیها. فهو خلاف الاجماع فا ن المؤمنین لا یخلدون فی النار و ان ارید به مجرد الدخول فیهافهو مشترك بین الفرق اذا ما من فرقة الا و بعضهم عصاة. ''وہ سب دوزخی ہیں'' یعنی عقیدہ کے اعتبار سے پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اگر یہاں خلود فی النار مراد لیا جائے تو یہ خلاف اجماع ہے اس لیے کہ مومنین ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اور اگر اس سے صرف دخول فی النار مراد لیا جائے تو یہ تمام فرقوں میں مشترک ہے اس لیے کہ ہر فرقہ میں کچھ نہ کچھ گنہگا ضرور ہوں گے''۔

محقق دوانی علیہ الرحمہ کی اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ یا قرینہ نہیں ہے جس سے دخول فی النار مراد لینا راجح ہو بلکہ یہاں عبارت سے خلود فی النار مراد لینا ہی راجح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ یہاں دو قرینہ ہے، پہلا قرینہ یہ ہے کہ مصنفین کا طریقہ عام طور سے یہی ہے کہ جو بات ان کے نزدیک راجح ہوتی ہے اس کو پہلے بیان کرتے ہیں، محقق دوانی علیہ الرحمہ نے پہلے جو بات کہی ہے وہ خلود فی النار ہی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں "کلها فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد أنه لو ارید الخلود فیها فهو خلاف الإجماع فإن المؤمنین لا یخلدون فی النار" اس عبارت کی

تھوڑی تشریح ضروری معلوم ہوتی تا کہ بات واضح ہو جائے امت کا اجماع اس بات پر ہے کہ مومنین ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ مومنین جہنم میں ہمیشہ رہیں گے تو یہ اجماع کے خلاف ہوگا اور قابل اعتراض بات ہوگی اور اگر کوئی مومن کافر و مرتد ہو جائے اور اس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا تو اجماع کے خلاف نہیں ہوگا اور جب اجماع کے خلاف نہیں ہوگا تو اعتراض بھی نہیں ہوگا۔ اب حضرت محقق کی عبارت سمجھئے ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرقے، باطل اعتقاد کی وجہ سے کافر و مرتد ہوں گے اس لیے خلود فی النار مراد لیا جائے تو یہ اعتراج وارد نہیں ہوگا کہ اجماع کے خلاف ہے اس لیے کہ اجماع اس بات پر ہے کہ مومنین ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، اور جو ایمان و اسلام سے خارج ہو گئے انکے لیے خلود فی النار مراد لیا جائے تو اجماع کے خلاف نہیں ہوگا اس لیے اعتراض بھی وارد نہیں ہوگا اس بات کی تائید حضرت ملا علی قاری اور حضرت شیخ محقق دہلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کی تشریح سے بھی ہو رہی ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کے دوسرے ٹکڑے و ان ارید به مجرد الدخول فهو مشترك بين الفرق اذا ما من فرقة الا و بعضهم عصاة" کا مطلب یہ ہے کہ اگر صرف دخول فی النار مراد لیا جائے تو یہ فرقۂ ناجیہ سمیت تمام فرقوں میں مشترک ہوگا اس لیے کہ ہر فرقہ میں بعض نافرمان اور گنہگار ہوتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ صرف دخول مراد لینے سے فرقہ ناجیہ بھی ان میں شامل ہو جائے گا اور حدیث شریف میں اس کا استثناء کیا گیا ہے اس لیے لامحالہ یہاں خلود فی النار ہی مراد ہوگا تا کہ فرقۂ ناجیہ کا مستثنیٰ ہونا باقی رہے۔ لہٰذا اس سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

مولانا موصوف نے محقق دوانی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرنے بعد حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی علیہ الرحمہ نے جو اس پر حاشیہ آرائی فرمائی ہے اس کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے وہ حاشیہ یہ ہے:" وجه عدم الورود انا نختار الشق

الثانی ای مجرد الدخول فی النار ولکن لا نسلم أنه مشترك بین الفرق فإن دخول الفرق الهالکة فی النار من حیث الإعتقاد و افراد الفرقة الناجیة و ان تدخل فی النار لکنهم لا یدخلون من حیث الإعتقاد بل ان دخلوا فمن حیث العمل۔" (اعتراض وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم دوسری شق اختیار کرتے ہیں یعنی "دخول فی النار" کو لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ تمام فرقوں کے درمیان مشترک ہے اس لیے کہ ہلاک ہونے والے فرقوں کا دخول فی النار، ان کے عقائد کے اعتبار سے ہے۔ اور فرقہ ناجیہ کے افراد اگرچہ دوزخ میں داخل ہوں گے مگر وہ اپنے عقائد کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے بلکہ اگر داخل ہوں گے تو اپنے عمل کے اعتبار سے داخل ہوں گے۔

حضرت فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے اعتراض سے بچنے کے لیے دوسری شق اختیار کی مگر راقم الحروف کے نزدیک اعتراض سے بچنا مشکل ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں دخول تو سب کے لیے ہوگا خواہ بدعقیدگی کی وجہ سے ہو یا بدعملی کی وجہ سے جب دخول میں سب مشترک ہوں گے تو سبب کے مختلف ہونے کی وجہ سے فرقۂ ناجیہ کو خارج کرنا کیسے درست ہوگا؟ اس کی مثال یہ ہے کہ زید کے پاس قوم کے لوگ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے مختلف ذرائع سے آئے یعنی کوئی سواری سے اور کوئی پیدل تو ان میں سے کسی کو بھی آنے کے حکم سے خارج کرنا درست نہیں ہوگا اگرچہ سب کی ضرورتیں مختلف ہیں اور آنے کے ذرائع بھی ہیں، اسی طرح جہنم میں داخل ہونے کے اسباب مختلف ہونے کی وجہ سے فرقہ ناجیہ کو دخول فی النار سے خارج کرنا درست نہیں ہوگا حالانکہ حدیث شریف میں فرقۂ ناجیہ کا استثنا فرمایا گیا ہے۔

مولانا موصوف نے اپنے نظریہ کی تائید میں اسی طرح شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علمائے ذوی الاحترام کے اقوال کو بھی پیش کیا ہے مگر وہ سارے اقوال کفر لزومی کے مرتکبین کے بارے میں ہیں، کفر التزامی کے مرتکبین کے

بارے میں نہیں، اس لیے کہ خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بہت سارے فرقوں کو بالاتفاق کافر و مرتد قرار دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان فرقوں کا بھی ذکر آئندہ قسطوں میں کیا جائے گا۔

مولانا موصوف نے "دخول فی النار" مراد لینے کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان فرقوں کو افتراق کے باوجود امت ہی میں شمار کیا ہے اور اس سلسلہ میں امام بیہقی کی عبارت نقل کی ہے اور ان کے علاوہ امام ابو سلیمان خطابی اور مولٰنا انوار اللہ فاروقی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال بھی پیش کیے ہیں جن سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ بہتر فرقے کافر نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ امت اجابت میں سے ہیں حالانکہ امام بیہقی علیہ الرحمہ کی اسی عبارت سے ان کے نظریہ کی تغلیط ہو رہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "اما تخلید من عداهم من اهل البدع فی النار فهو مبنی علی تکفیر هم فمن لم یکفر هم اجراهم بالخروج من النار باصل الایمان مجری الفساق المسلمین و حمل الخبر علی تعذیبهم بالنار مدة من الزمان دون الابد و احتج فی ترك القول بتکفیر هم بقوله صلی الله علیه وسلم تفترق امتی فجعل الجمیع مع افتراهم من امته" (اور رہی یہ بات کہ ان کے علاوہ باقی اہل بدعت ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو یہ ان کے کافر ہونے[1] کی بنیاد پر ہے، جن لوگوں نے ان کی تکفیر نہیں کی ہے انھوں نے ان اہل بدعت کو ایمان کی بنیاد پر دوزخ سے نجات پانے میں گناہ گار مسلمان کے درجے میں رکھا ہے اور حدیث (افتراق امت) کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ دوزخ میں ان کا عذاب ایک مدت تک ہوگا ابدی عذاب نہیں ہوگا اور انکی تکفیر نہ کرنے میں ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے[2] استدلال کیا ہے تفترق

---

[1] "ان کے کافر ہونے" کی بجائے "ان کو کافر قرار دینے کی بنیاد پر" ہونا چاہیے۔

[2] مذکورہ عبارت یوں ہوتی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول تفترق امتی سے استدلال کیا ہے"

امتی یعنی افتراق کے باوجود ان سب کو امت ہی میں شمار کیا ہے)

اس عبارت میں دو نظریہ پیش فرمایا ہے (۱) اہل بدعت کا ان کی تکفیر کی بنیاد پر جہنم میں ہمیشہ رہنا (۲) اہل بدعت کا ان کی عدم تکفیر کی بنیاد پر ایک مدت تک جہنم میں رہنا، پہلے نظریہ کی عبارت "اما تخلید من عداھم من اھل البدع فی النار فھو مبنی تکفیر ھم" ہے، ظاہر ہے کہ اہل بدعت امت اجابت ہی میں سے ہو تے ہیں اس لیے اس عبارت سے یہ ثابت ہو رہا ہیکہ وہ اہل بدعت جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے امت اجابت ہی میں سے ہوں گے، ہاں کافر ہو جانے کے بعد ان کا شمار امت اجابت میں نہیں ہو گا چنانچہ صاحب مرقاۃ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "قال صاحب التلویح لان المبتدع و ان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص: ۶۵۴)

یعنی صاحب تلویح نے فرمایا کہ بدعتی (جس کی بدعت حد کفر تک پہنچ چکی ہے) اگر چہ اہل قبلہ میں سے ہوتا ہے وہ امت دعوت میں سے ہوگا نہ کہ امت متابعت میں سے جس طرح کفار (امت دعوت) ہیں۔

اور یہی حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ دوسری جگہ، حدیث "ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں "و قال ابن مالك المراد امۃ الا جابۃ ای لا یجتمعون علی ضلالۃ غیر الکفر ولذا ذھب بعضھم الی ان اجتماع الامۃ علی الکفر ممکن بل واقع الا انھا لا تقبی بعد الکفر امۃ لہ و المنفی اجتماع امۃ محمد علی الضلالۃ" (یعنی حدیث ان اللہ الخ (بیشک اللہ میری امت کو یا فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائیگا) کے تحت فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے فرمایا کہ امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی امت اجابت کے لوگ کفر کے علاوہ گمراہی پر اکٹھا نہیں ہوں گے اسی لیے بعض اس طرف گئے ہیں کہ امت (اجابت) کفر پر اکٹھا ہو سکتی

ہے بلکہ واقع ہے مگر کفر کے بعد امت اجابت باقی نہیں رہے گی اور حدیث شریف میں جس بات کی نفی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (اجابت گمراہی پر اکٹھا ہو) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت اجابت کفر کے علاہ گمراہی پر اکٹھا نہیں ہوسکتی اور کفر پر اکٹھا ہوسکتی ہے مگر کفر کے ارتکاب کے بعد اس کو اجابت نہیں کہا جائے گا۔

امام موصوف کے دوسرے نظریہ کی عبارت "فمن لم یکفر هم اجراهم بالخروج من النار باصل الایمان مجری الفساق المسلمین و حمل الخبر علی تعذیبهم الخ" ہے اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں لفظ ''امتی'' کو عدم تکفیر کی وجہ بتانا اور یہ کہنا کہ یہ فرقے دین سے خارج نہیں ہوں گے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امتی'' فرمایا ہے، یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرجیہ اور قدریہ فرقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا "عن ابن عباس قال رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمُرْجِيَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ رواه الترمذی و قال هذا حدیث غریب (مشکوٰۃ ص ۲۲) (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے دو صنف کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے وہ دونوں صنفیں (فرقے) مرجیہ اور قدریہ ہیں۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے)

دیکھیے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صنفان من امتی فرمانے کے باوجود ان کو دین سے خارج بتایا، اور پھر قدریہ کے بارے میں دوسرے مواقع پر مختلف انداز سے اس کو دین سے خارج بتایا۔ چنانچہ مسند امام اعظم میں ہے۔

(۱) أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ لَا قَدَرَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ إِلَى الزَّنْدَقَةِ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَإِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَإِنْ مَاتُوْا فَلَا

تَشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ فَإِنَّهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ وَ مَجُوسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَحَقًّا عَلَى اللهِ تَعَالَى اَنْ يُّلْحِقَهُمْ بِهِمْ فِى النَّارِ (حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت نافع سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قوم آئے گی جو کہے گی کہ تقدیر (کوئی چیز) نہیں پھر وہ اس سے کفر والحاد کی طرف نکل جائے گی، تو جب تم ان سے ملو تو سلام نہ کرنا اور اگر وہ بیمار ہوں تو عیادت نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہونا اس لیے کہ وہ دجال کے پیرو کار ہیں اور اس امت کے مجوس ہیں اور اللہ ضرور ان کو جہنم میں ان کے ساتھ ملائے گا)

(۲) ابوحنیفة عن سالم عن ابن عمر اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْقَدَرِيَّةَ وَقَالَ مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى قَبْلِىْ اِلَّا حذَّرَ اُمَّتَهٗ مِنْهُمْ وَلَعَنَهُمْ (حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت سالم سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت قدریہ پر اور اور فرمایا مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر انھوں نے اپنی امت کو ان سے ڈرایا اور ان پر لعنت کی)۔

(۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعِ ابن عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ. (مسند امام اعظم مترجم اردو ص ۲۳) (حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت نافع سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اور وہ دجال کے پیرو کار ہیں)۔ اور ظاہر ہے کہ مجوس ھذہ الامۃ میں امت سے مراد امت اجابت ہی ہے۔

اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ" (پ ۲) (اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انھیں اس میں ہمیشہ رہنا)

اس آیت کریمہ میں منکم میں کُم سے مراد مومنین (امت اجابت) ہی ہیں اور انھیں میں سے کفر وارتداد پر مرنے والے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے، بہر حال ان دلائل کی روشنی میں یہ کہنا کہ امت اجابت میں سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا سراسر غلط ہے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ مولانا موصوف نے خود ہی اہل قبلہ کی تکفیر کے سلسلہ میں ملا علی قاری، علامہ تفتازانی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارتیں نقل کی ہیں اس کے باوجود یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کہ امت اجابت میں سے کوئی فرقہ کافر و مرتد نہیں ہو سکتا ہے۔ قارئین کے اطمینان کے لیے مولانا کی تحریر انکے پیش کردہ اقوال وترجمہ کے ساتھ ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔ مولانا موصوف "اہل قبلہ کی تکفیر اور ایک شبہہ کا ازالہ) کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"بعض سادہ لوح لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے یہ گمان کرتے ہیں کہ اہل قبلہ ہر وہ آدمی ہے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو لہذا اب اس کی تکفیر حرام ہے خواہ اس سے کیسا ہی کفر کیوں نہ صادر ہو جائے، یہ فکر درست نہیں ہے، ابھی ہم نے دیکھا کہ اہل قبل وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کا اقرار کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ دیگر مسائل میں ان کا اختلاف ہو لیکن جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہوگا اس کا شمار اہل قبلہ میں ہے ہی نہیں، لہذا اس کی تکفیر کی جائے گی، خواہ وہ بظاہر کتنا نمازی و پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

من واظب طول عمره علی الطاعات و العبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لایکون من اهل القبلة و ان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة ان لا

یکفر مالم یوجد شئ من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شئ من موجبات (۱۰۲)

جو شخص پوری زندگی طاعت وعبادت میں گزارے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے، یا اجسام کے حشر نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات نہ جاننے کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور موجبات کفر میں سے کوئی بات ان سے صادر نہ ہو۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ولایخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فإن الغلاة من الروافض الذین ید عون ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی فإن الله تعالیٰ آرسله الی علی وبعضهم قالوا انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین (۱۰۳)

مخفی نہ رہے کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ ''کسی گناہ کی بنیاد پر اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی'' اس سے یہ مراد نہیں کہ جو شخص محض قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو، اس لیے کہ وہ غالی رافضی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کر دی ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی ''اللہ''[1] ہیں، تو ایسے لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ہی کیوں نہ پڑھتے ہوں یہ مسلمان نہیں ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں۔

لا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظبت طول العمر علی الطاعات با عتقاد قدم العالم و نفی الحشر و نفی العلم بالجزئیات و نحو ذلك و كذا

---

[1] الٰہ کا معنیٰ معبود ہوتا ہے۔

بصدور شئ من موجبات الکفر عنہ (۱۰۴)

اس اہل قبلہ کی تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو پوری زندگی اطاعت میں گزارے اور ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے یا حشر اجسام نہ ہونے، یا اللہ کو علم جزئیات نہ ہونے کا اعتقاد رکھے، اور اسی طرح اس اہل قبلہ کی تکفیر میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے جس سے موجبات کفر میں سے کوئی امر صادر ہو۔

ان المراد باھل القبلۃ فی ھذہ القاعدۃ ھم الذین لا ینکرون ضروریات الدین لا من یوجہ وجھہ الی القبلۃ فی الصلوٰۃ قال اللہُ تعالیٰ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر من آمن باللہ و الیوم الآخر فمن انکر ضروریات الدین لم یبق من اھل القبلۃ ۔ (۱۰۵)

اس قاعدے (یعنی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے) میں اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں، نہ کہ وہ لوگ جو نماز میں قبلہ کی طرف منھ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رخ کرو بلکہ یہ ہے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ، تو جس نے ضروریات دین کا انکار کیا وہ اہل قبلہ میں سے نہیں رہا۔

ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی خلاف اسلام عقیدہ کیوں نہ رکھے مگر زبان سے کلمۂ طیبہ پڑھتا ہو اور کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، دراصل ایسا شخص اہل قبلہ میں شامل ہی نہیں ہے اور اس کی تکفیر کرنے میں ہمارے علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

میں پوچھتا ہوں کہ مذکورہ عبارتوں میں اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہل قبلہ سے مراد امت اجابت ہی ہے اور مذکورہ تمام علمائے ربانیین نے ان کو ضروریات دین کے منکر ہونے پر کافر کہا ہے جس سے یہ بات روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ امت اجابت میں سے جو بھی کسی

ضروری دین کا منکر ہو گا وہ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر ہو گا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد میں لفظ امتی سے اگرچہ امت اجابت مراد ہے مگر جب کوئی ضروری دین یا ضروریات دین کا منکر ہو گا یا اصول عقائد سے انحراف کرگا تو یقیناً قطعاً اجماعاً کافر و مرتد ہو جائے گا، ہاں کفر کے بعد اس کو امت اجابت میں شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسے اہل قبلہ کہا جائے گا۔

اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

''خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں، لہٰذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں[1] اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''ابن علیہ مردے از محدثین است عداد او در مجتہدین ائمہ نیست و اگر باشد متفرد ست و ظاہریہ خود مبتدعانند و مبتدع را در اجماع اعتبار نیست و وفاقش ملحوظ نہ شود و بخلافش خلل نہ پذیرند لانھم لیسوا من الامۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح و غیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ و انما ھم من امۃ الدعوۃ کما فی المرقاۃ و غیرھا''[2] (ابن علیہ محدثین میں سے ایک شخص ہے اس کا شمار ائمۂ مجتہدین میں نہیں ہے اور اگر ہے تو منفرد ہے اور ظاہریہ خود بدعتی ہیں اور بدعتی کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں اور ان کے اتفاق کا لحاظ نہیں ہوتا اور ان کے خلاف سے خلل نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ امت مطلقہ میں سے نہیں ہیں جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے کہ وہ امت اجابت میں سے نہیں بلکہ وہ امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے)۔

غلط فہمی کا ازالہ:

مولانا موصوف لکھتے ہیں ''بعض غیر محتاط اور متشدد لوگوں نے یہاں ''خلود فی

---

[1] فتاویٰ رضویہ ششم ص ۳۴ [2] فتاویٰ مصطفویہ ص ۵۵۷

النار" مراد لے کر فرقوں کی تکفیر کے دائرے کو وسعت دینے کی کوشش کی ہے"

"بعض غیر محتاط اور متشدد لوگوں" سے مولنا کی مراد کیا ہے اس کو تو وہی بتا سکتے ہیں اور دل کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر عام قارئین کا ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ اس سے مراد سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ اور انکے ہم خیال علما ہیں اگر مولانا کی مراد یہی ہے تو انکی یہ فکر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ "اعلیٰ حضرت" انتہائی محتاط شخصیت کا نام ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد اول میں جہاں فرض اعتقادی اور واجب اعتقادی کی تعریف کی ہے وہاں اپنے اور اپنے اساتذۂ کرام کے احتیاط کا ذکر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں مجتہد جس شئ کی طلب جزمی، حتمی اذعان کرے اگر وہ اذعان بدرجۂ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا مگر مجمع علیہ جمیع ائمۂ دین) تو فرض اعتقادی ہے جس کا منکر عند الفقہاء مطلقاً کافر اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے ۱۲ق) جبکہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو، اور یہی عند المحققین احوط اور اسدّ (زیادہ احتیاط والا درست ۱۲ق) اور ہمارے اساتذہ کرام کا معمول و معتمد (وثوق اور اعتماد والا ۱۲) ہے ورنہ (یعنی اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں ہے تو ۱۲ق) واجب اعتقادی ہے۔[1]

اسی لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن پر حکم لگایا ہے وہ ایسے ہی لوگ ہیں جنھوں نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے اور ان کے کفریہ اقوال میں قطعاً کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس بات کو فرقوں کے بیان میں بتایا جائے گا۔ (جاری)

رضوان احمد نوری شریفی

خادم الجامعۃ البرکاتیہ، برکات نگر گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

موبائل نمبر: 09839178545

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد اول مترجم کتاب الطہارۃ ص ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب شررؔ مصباحی کا اعتراض

ماہنامہ کنز الایمان میں مولانا رضوان احمد شریفی کا ایک مضمون ”حدیث افتراق امت اور بہتر فرقے۔ ایک تحقیقی جائزہ“ کے عنوان سے قسط وار شائع ہو رہا ہے اب تک اس کی تین قسطیں چھپ چکی ہیں۔

یہ محض اتفاق ہے کہ بعض اسباب کے تحت اس کی پہلی اور دوسری قسط دیکھنے کا مجھے موقع نہیں ملا تھا۔ تیسری قسط کے مطالعے کے بعد پچھلی قسطوں کو حاصل کرنے کی ضرورت دامن گیر ہوئی، اس وقت تینوں قسطیں میرے پیش نظر ہیں۔

مولانا شریفی کا یہ مسلسل مضمون مولانا اسید الحق قادری کے ایک طویل مقالے کا تحقیقی جائزہ ہے۔ اس کی پہلی قسط کی اشاعت کے ساتھ فاضل مدیر نے ایڈیٹوریل Box میں ایک چشم کشا نوٹ لگایا ہے جس کی معنویت آگے کی قسطوں کی اشاعت کے ساتھ دوچند ہوتی گئی ہے۔ اس نوٹ نے قارئین کے ذہن کے لیے ایک فکری سمت متعین کردی ہے جس کا فاضل مدیر کو حق بھی تھا اور وقت کی ضرورت بھی ع

ستم، بہائے متاعِ ہنر ہے کیا کہیے

فاضل مضمون نگار نے کنز الایمان شمارہ جنوری ۲۰۱۲ئ (پہلی قسط) میں حدیث افتراق امت پیش کر کے اس کی جو تشریح کی ہے اس جرأت تشریح پر مضمون زیر نظر میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کی گئی ہے۔

مولانا شریفی نے افتراق امت والی جو حدیث پیش کی ہے وہ یہ ہے:

حدثنا محمود بن غيلان نا ابو داؤد الحفري عن سفيان عن عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الافريقي عن عبد الله بن يزيد عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليأتين على أمتي ما أتى

علی بنی اسرائیل حذ والنعل بالنعل حتیٰ اِن کان منھم من أتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلك وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ملة کلھم فی النار اِلا ملة واحدة قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما أنا علیه واصحابی۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۸۸و۸۹)

محترم مولانا شریفی لکھتے ہیں:

''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور ان سب کے عقائد وخیالات باطل تھے جن کی وجہ سے ان کے دلوں سے ایمان رخصت ہو گیا اور جہنم کے مستحق ہو گئے، اس میں ہمیشہ رہیں گے جس کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں ہے۔ ان میں سے چند آیتیں پیش کی جا رہی ہیں پہلے پارہ رکوع ۸ میں ہے:

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً. قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرمادو، کیا خدا سے تم نے عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں، ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انھیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فِيْهَا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. (پارہ ۳۰، رکوع ۲۳)

بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اِن آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں

گے اور حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت تہتر فرقوں میں بٹے گی مگر ان میں بھی بہتر ہی فرقوں کے عقائد و خیالات باطل ہوں گے، ان کے بھی دلوں سے ایمان رخصت ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اس طرح بنی اسرائیل اور امت محمد کے بہتر فرقوں کے درمیان پوری پوری موافقت اور یکسانیت ہو گی۔"

یہ اقتباس یہاں اس لیے پیش کیا گیا ہے تا کہ قارئین کو حدیث کے الفاظ اور قرآن کی آیات کی جو تشریح کی گئی ہے اس کو پرکھنے میں دشواری نہ ہو۔

جہاں تک بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں اور امت محمد یہ کے تہتر فرقوں کی بات ہے اس کی صراحت تو حدیث میں ہے لیکن بنی اسرائیل کے سارے کے سارے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، کیا حدیث پاک کا یہی مفہوم ہے؟

اس تشریح سے یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ انبیاے بنی اسرائیل جو دین حق کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے، فریضۂ تبلیغ بہ تمام و کمال ادا کیا، کیا ان کی تعلیمات کے زیر اثر کوئی بھی دولت ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوا؟ یہ ایک پیش پا افتادہ سوال ہے جو شریفی صاحب کی تشریح کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف یہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت (فرقہ) انبیاے بنی اسرئیل میں سے ہر نبی کی اطاعت گزار رہی ہے (تعداد مختصر سہی) یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں اولیا اور زہاد و عباد بھی ہوئے ہیں "مومنین اہل کتاب" انہیں کو تو کہا گیا ہے جو اپنے زمانے کے نبی کے اطاعت گزار تھے!

خزائن العرفان میں حضرت صدر الافاضل فرماتے ہیں:

"ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے چار فرقے تھے ایک توریت پر ایمان لایا اور اس کے حقوق کو بھی ادا کیا، یہ مومنین اہل کتاب ہیں۔"

اسی میں ہے: "شہر ایلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے انہیں حکم تھا کہ شنبہ کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں اس روز شکار نہ کریں اور دنیاوی مشاغل ترک

کردیں۔ ان کے ایک گروہ نے یہ چال کی کہ جمعہ کو دریا کے کنارے بہت گڈھے کھودتے اور شنبہ کی صبح کو دریا سے ان گڈھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعہ پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڈھوں میں قید ہو جاتیں۔ یک شنبہ کو انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو شنبہ کے روز نہیں نکالتے۔ چالیس یا ستر سال تک یہی عمل رہا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت کا عہد آیا آپ نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا، قید کرنا ہی شکار ہے جو شنبہ کو کرتے ہو، اس سے باز آؤ ورنہ عذاب میں گرفتار کیے جاؤ گے۔ وہ باز نہ آئے آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا عقل وحواس تو ان کے باقی رہے مگر قوت گویائی زائل ہوگئی بدنوں سے بدبو نکلنے لگی۔ اپنے اس حال پر روتے روتے تین روز میں سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی نسل باقی نہ رہی یہ ستر ہزار کے قریب تھے۔

بنی اسرائیل کا دوسرا گروہ جو بارہ ہزار کے قریب تھا انہیں اس عمل سے منع کرتا رہا جب یہ نہ مانے تو انہوں نے ان کے اور اپنے محلوں کے درمیان دیوار بنا کر علحدگی کر لی ان سب نے نجات پائی۔

بنی اسرائیل کا تیسرا گروہ ساکت رہا۔ اس کے حق میں حضرت ابن عباس کے سامنے عکرمہ نے کہا کہ وہ مغفور ہیں کیوں کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے بعض کا ادا کرنا کل کا حکم رکھتا ہے۔ ان کے سکوت کی وجہ یہ تھی کہ یہ ان کے پند پذیر ہونے سے مایوس تھے۔ عکرمہ کی یہ تقریر حضرت ابن عباس کو بہت پسند آئی اور آپ نے سرور سے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔''

اس روایت سے واضح ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ دوسرا گروہ یقیناً ناجی ہے۔ یہاں ''نجات ہو گئی'' کے یہی معنی ہیں کیوں کہ تیسرا گروہ جو جرأت وقوت میں دوسرے گروہ سے کم درجے کا تھا اس کے لیے مغفور کا لفظ مذکور ہے

اسی میں ہے: (موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ) ''سامری کے بہکانے سے

بچھڑا پوجنے لگے سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور آپ کے بارہ ہزار ہمراہیوں کے تمام بنی اسرائیل نے گوسالہ کو پوجا۔"

آگے حضرت صدر الافاضل ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"عفو کی کیفیت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کہ صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی ہے وہ پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضاو تسلیم سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے تب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بتضرع وزاری بارگاہ حق کہ طرف ملتجی ہوئے۔ وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے باقی مغفور فرمائے گئے۔ ان میں قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔"

محترم مولانا شریفی صاحب! کہاں تک بنی اسرائیل کے مرحومین و مغفورین کا شمار کراؤں۔ آپ ان اہل بہشت کے لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط تشریح سے نہ صرف دخول فی النار بلکہ خلود فی النار کا حکم صادر فرما رہے ہیں اور اس خلود فی النار پر قرآنی آیات بھی پیش کر رہے ہیں

اسی خزائن العرفان میں: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مثل یہود و نصاریٰ کے، حدیث شریف میں ہے یہود اکہتر فرقے ہو گئے ان سے ایک ناجی باقی سب ناری اور نصاریٰ بہتر فرقے ہو گئے ایک ناجی باقی سب ناری اور میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی وہ سب کے سب ناری ہوں گے سوائے ایک کے جو سواد اعظم یعنی بڑی جماعت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جو میری اور میرے اصحاب کی راہ پر ہے۔"

ذیل میں بنی اسرائیل کے دو اور مرحوم و مغفور افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جو یہاں

خلود فی النار تو کجا دخول فی النار سے بھی مبرا ہیں!

(۱) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے زمانے کا نہایت مشہور عابد تھا اور اسی زمانے میں دوسرا آدمی فسق وفجور میں بڑا مشہور تھا۔ ایک دن فاسق فاجر نے دیکھا عابد دھوپ میں مصروف عبادت ہے اور اس پر بادل سایہ کناں ہے، فاسق کے دل میں توبہ واستغفار کا تصور غالب ہوا تو دل ہی دل میں کہنے لگا کیوں نہ ہو کہ اس عابد کی قربت حاصل کی جائے ممکن ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے چناں چہ فاسق عابد کے پاس آکر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ عابد پکار اٹھا تم کون ہو جو میرے پاس آکر بیٹھ گئے؟ تم جیسا فاسق وفاجر زمانے بھر میں نہیں ہے، یہاں سے نکل جاؤ۔ جیسے ہی اس نے عابد کا طعنہ سنا وہ اٹھا اور چل دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بادل کا ٹکڑا بھی اسی کے ساتھ چل دیا اور فاسق کے سر پر سایہ کرنے لگا۔ اس زمانے کے نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ فاسق سے جو کچھ ظہور ہوا اسے ہم نے اس کے ایمان کی نیکی قرار دیتے ہوئے بخش دیا ہے اور اس عابد کی عبادت کو اس کے تکبر کے باعث ضائع کر دیا۔ (کیمیائے سعادت ۶۱۸)

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے زمانے کا نہایت گنہگار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی جب اس کا انتقال ہوا تو اس کو لوگوں نے کسی مزبلہ میں پھینک دیا تو موسیٰ علیہ السلام کو وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے نکال لاؤ اور اس پر نماز پڑھو، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا ہے۔ ارشاد ہوا یہ سچ ہے لیکن اس شخص کی عادت تھی کہ جب وہ تورات کو کھولتا تھا اور محمد کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا اس لیے میں نے اس کی مغفرت فرما دی۔

(انوار احمدی ص ۲۸۱)

ان روایتوں سے فاسق وفاجر اور صد سالہ نافرمان کا مرحوم ومغفور ہونا تو ثابت

ہے ہی، اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جن افراد کو گواہی میں پیش کیا وہ موسیٰ علیہ السلام کے اطاعت گزار تھے یعنی مومنین اہل کتاب تھے۔

خلاصۂ کلام، ہم بنی اسرائیل کے کل ۷۲ میں محصور فرقوں کے جہنمی ہونے اور ہمیشہ جہنم میں رہنے کے فاضل مضمون نگار کے نظریے کو اسلامی نظریے کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کسی کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا صریح مطلب یہ ہے کہ وہ بلا شک وشبہ کافر ومشرک ہے کیوں کہ خلود فی النار کا عذاب انہیں کے لیے ہے۔ یہ الفاظ دیگر فاضل مضمون نگار نے بنی اسرائیل کے سارے کے سارے فرقوں کو کافر ومشرک گردانا جو قرآن وحدیث پر بڑی جرأت ہے۔ قرآن پر جرأت اس لیے کہ شمارۂ جنوری میں قرآن کی آیات وقالو الن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ الآیۃ اور ان الذین کفروا من اہل الکتب والمشرکین۔ الآیۃ۔ مع ترجمہ نقل کر کے فاضل مضمون نگار رقم طراز ہیں:

''ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔''

یہاں قرآن کا کون سا لفظ بہتر (۷۲) فرقوں کے خلود فی النار پر دلالت کرتا ہے؟

اور حدیث پر جرأت اس لیے کہ حضرت صدر الافاضل نے حدیث ہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک فرقہ ناجی ہے۔

اس لیے اسلامی نظریہ وہی ہے جس کی وضاحت صدر الافاضل نے فرمائی ہے یعنی بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ناجی ہے۔ ہم ماسبق میں خزائن العرفان کے حوالے سے ان الذین فرقوا دینھم الآیۃ کے تحت نقل کر چکے ہیں یہود کے اکہتر فرقوں میں ایک ناجی ہے اور نصاریٰ کے بہتر فرقوں میں سے بھی ایک ناجی ہے۔

اب یہ تو مفتیان کرام ہی بتائیں گے کہ بنی اسرائیل کے کل محصور بہتر فرقوں میں سے ہر ایک کو جہنمی قرار دینا اور ان پر خالدین فیھا ابداً کا حکم لگانا یعنی سب

کے سب فرقوں کو کافر و مشرک بتانا کس قدر خطرناک عواقب کا حامل ہے۔

فاضل مضمون نگار نے اپنی پہلی قسط میں ایک خوش آئند اعلان کیا ہے وہ یہ کہ ''اللہ نے چاہا تو ان بہتر باطل فرقوں کے عقائد فاسدہ کو بھی بیان کیا جائے گا جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔'' اس سے مستفاد ہے کہ آں موصوف کی نظر میں وہ بہتر فرقے ہیں اور ہر ایک کے متمائز عقیدۂ فاسدہ پر ان کی نگاہ ہے، یہ خوش خبری جنوری کے شمارہ میں یعنی پہلی قسط میں فردوس گوش ہوئی اور اب تک تین قسطیں شائع ہو چکی ہیں مگر ہنوز، یہ بیل منڈھے نہیں چڑھی تاہم ابھی سلسلہ تحریر جاری ہے امید کی جاتی ہے کہ آئندہ تفصیل کے ساتھ امت محمدیہ کے ان بہتر فرقوں میں سے ہر ایک کے عقیدۂ فاسدہ کا ذکر کیا جائے گا جس کے سبب وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اس تفصیل کا ہمیں اس لیے انتظار ہے کہ چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں اہل علم نے فرقوں کا نام شمار کرنے میں بڑی عرق ریزی کی ہے مگر کسی ایک قانون اور اصول پر اتفاق نظر نہیں آتا۔ بعض اہل علم نے کچھ اصولی فرقے شمار کیے پھر ان میں سے ہر ایک کے تحت کچھ فروعی فرقے شمار کیے، اصولی فرقوں کو شمار کیا تو پانچ سات سے آگے نہ بڑھے اور فروعی فرقوں کو شامل کیا تو سیکڑا پار کیا، ایک صاحب علم نے جمع و تفریق کا حساب لگا کر ۷۲ فرقوں کی فہرست بنا ڈالی اسے بھی قبول عام حاصل نہیں ہوا۔ اس لیے فاضل مضمون نگار کا اس اکیسویں صدی ہجری میں یہ اعلان دیکھ کر کہ وہ ''ان بہتر باطل فرقوں کے عقائد فاسدہ کو بیان کریں گے'' طبیعت باغ باغ ہو گئی۔

اس ضمن میں اگر ہمارے درج ذیل معروضات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے سلسلۂ کلام آگے بڑھائیں، تو نور علی نور۔

(۱) جن فرقوں کا شمار چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں کیا گیا ہے اس کے سیکڑوں سال بعد کچھ اور باطل فرقوں نے سرا بھارا ہے جیسے بابی، بہائی، قادیانی، وہابی وغیرہ۔ جناب والا کی نظر میں یہ علاحدہ علاحدہ فرقے ہیں یا انہیں ماسبق

فرقوں میں سے کسی ایک یا چند میں کھپایا جائے گا۔

(۲) بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں میں بٹ جانے کے لیے حدیث میں 'تفرقت' صیغہ فعل ماضی مذکور ہے یعنی یہاں عمل افتراق پورا ہو چکا ہے۔ یہاں فاضل گرامی سے پر زور گزارش ہے کہ اگر دس بیس فرقوں کے نام اور ان کے عقائد فاسدہ کو بھی مختصراً بیان کر دیا جائے تو یہ غیر معمولی تحقیقی کام متصور ہوگا۔

(۳) امت محمدیہ میں افتراق کے لیے حدیث میں تفترق صیغۂ مضارع مذکور ہے جملے کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے "میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی" ظاہر ہے کہ اگر کوئی امر مانع نہ ہو یا کوئی قرینۂ صارفہ نہ ہو تو زمانۂ مستقبل کا امتداد تا کراں ہو گا۔ ایسی صورت میں آگے بھی نئے فرقوں کے پیدا ہونے کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں آنجناب نے بہتر باطل فرقوں کا شمار کر کے آگے کے لیے گویا قفل لگا دیا، اب تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

امید کہ بہتر باطل فرقوں کے نام شمار کرنے میں جو الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں ان کو نگاہ میں رکھتے ہوئے گتھیاں سلجھائی جائیں گی۔

حدیث افتراق اُمت سے متعلق
ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب شرر مصباحی کے اعتراض کا جواب

(چوتھی قسط)

افتراق امت سے متعلق میری تین قسطوں کی اشاعت کے بعد میری پہلی قسط پر محترم ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب شرر مصباحی کو ایک اعتراض سمجھ میں آیا جس کا ذکر اپنی عادت معروفہ کے مطابق غیر مہذب انداز میں کیا ہے، جس سے کنزالایمان کے قارئین کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ حدیث شریف کی تشریح غلط ہے اس لیے ضروری ہوا کہ تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے چوتھی قسط اشاعت کے لیے بھیجنے کی بجائے شرر صاحب کی غلط فہمی اور ان کے اعتراض سے قارئین کو جو غلط فہمی ہوئی اس کو زائل کیا جائے، اس لیے ذیل میں موصوف کے سوال و اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے اس کا جواب دینے کی جرأت کر رہا ہوں۔

شرر صاحب میری پیش کردہ حدیث اور قرآنی آیتوں کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''یہ اقتباس یہاں اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو حدیث کے الفاظ اور قرآن کی آیات کی جو تشریح کی گئی ہے اس کو پرکھنے میں دشواری نہ ہو''

جہاں تک بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں اور امت محمدیہ کے تہتر فرقوں کی بات ہے اس کی صراحت تو حدیث میں ہے لیکن بنی اسرائیل کے سارے کے سارے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، کیا حدیث پاک کا یہی مفہوم ہے؟

اس تشریح سے یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل جو دین حق کی کے لیے مبعوث ہوئے، فریضۂ تبلیغ بہ تمام و کمال ادا کیا، کیا ان کی تعلیمات کے زیر اثر کوئی بھی دولت ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوا؟ یہ ایک پیش پا افتادہ سوال ہے جو

شریفی صاحب کی تشریح کے بطن سے پیدا ہوا ہے''

راقم الحروف کہتا ہے، لگتا ہے کہ شرر صاحب نے میری پہلی قسط پر طائرانہ نگاہ ڈالی ہے یا بغور مطالعہ فرمایا مگر عربی زبان کے اسرار ورموز کو سمجھ نہیں سکے، اگر سمجھتے تو غلط فہمی کے شکار نہ ہوتے کیونکہ پہلی قسط میں بڑی وضاحت کے ساتھ لغت اور شارحین حدیث کے اقوال کی روشنی میں تشریح کی گئی ہے خالص طور سے "اتی علی بنی اسرائیل" میں "علی" صلہ سے متعلق اور "حذو النعل بالنعل" کے محل استعمال سے متعلق مفید گفتگو کی گئی ہے، جس میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی گئی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اتنی بات تو شرر صاحب کو تسلیم ہی ہوگی کہ ''اتی'' کا صلہ ''علی'' آتا ہے تو ہلاک و برباد کرنے کے معنی میں ہوتا ہے اگر تسلیم ہے تو بتایا جائے کہ ''علی'' کس پر داخل ہے؟ کیا ''علی'' کے بعد ''بعض بنی اسرائیل'' ہے یا ''بنی اسرائیل''؟ ظاہر ہے کہ ''علی'' ''بنی اسرائیل'' پر داخل ہے جس کا واضح مطلب ہوا کہ تمام بنی اسرائیل کے لیے ہلاکت خیز زمانہ آیا اور بعد میں جو ''ان بنی اسرائیل'' میں ''بنی اسرائیل'' ہے اس سے بعینہ وہی بنی اسرائیل مراد ہیں جو ''علی بنی اسرائیل'' میں ہیں۔ اسی لیے حضرت ملا قاری علی الرحمہ نے بھی وہی تشریح کی ہے جو راقم الحروف نے کی ہے، چنانچہ " لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ" کی تشریح میں فرماتے ھیں :فاعل ليأتين مقدر يدل عليه سياق الكلام و الكاف منصوب عند الجمهور على المصدر أى ليأتين على أمتي زمان اتيانا مثل الاتيان على بني اسرائيل أو ليأتين على أمتي مخالفة لما أنا عليه مثل المخالفة التي أتت على بني اسرائيل حتى أهلكتهم "[1] (یعنی لیأتین کا فاعل زمان یا مخالفت مقدر ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے اور (کما) کا کاف مصدر کی بنیاد پر منصوب ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری امت پر ضرور ایسا ہی (مہلک) زمانہ آئے گا جیسا بنی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ

اسرائیل پر (مہلک) زمانہ آیا، یا یہ مطلب ہے کہ میری امت پر میری مخالفت ضرور غالب اور مسلط ہوگی جس طرح بنی اسرائیل پر (نبی کی) مخالفت غالب اور مسلط ہوئی یہاں تک کہ ان کو ہلاک کردیا۔

علامہ موصوف علیہ الرحمہ کے آخری جملہ "حتی أهلكهم" پر غور فرمائیے کہ "هم" سے مراد وہی بنی اسرائیل ہیں اس میں کسی کا استثنا نہیں کیا گیا ہے، یعنی تمام بنی اسرائیل کو ہلاک کردیا۔ اور اسی لیے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ بھی اس حدیث کی شرح میں حاشیہ میں مطابقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "(مطابقت) اس طرح کہ بنی اسرائیل کے سارے بہتر فرقے گمراہ ہوگئے، مگر مسلمانوں میں بہتر فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک ہدایت پر"[1]

مشکوۃ شریف میں حدیث افتراق کے بعد "ان الله لا يجمع أمتي الخ" حدیث شریف کی شرح کے ضمن میں علامہ موصوف فرماتے ہیں: "یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے لوگ، یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے یعنی اگرچہ میری امت میں بنی اسرائیل سے زیادہ فرقے ہوں گے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ سارے گمراہ ہوگئے تھے، یہ امت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ اس میں حق پر رہے گا، یہ اس امت کی خصوصیت ہے"[2]

چنانچہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک گروہ کا ہمیشہ حق پر ہونے کی خصوصیت کا باب ہی باندھا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: "باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بأن طائفة من امته لا تزال على الحق"[3]

---

[1] مرآۃ المناجیح جلد اول ص ۱۶۱

[2] مرآۃ المناجیح جلد اول ص ۱۶۲

[3] الجزء الثانی من الخصائص الکبریٰ ص ۲۱۴

ان سارے دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بنی اسرائیل میں کوئی بھی فرقہ اس وقت حق پر نہیں تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے افتراق کی خبر دی تھی، محترم جناب شرر صاحب فرمائیں کہ آپ کے ذہن میں جو پیش پا افتادہ سوال پیدا ہوا وہ راقم الحروف کی تشریح کے بطن سے پیدا ہوا یا ہمارے اسلاف کی تشریح سے یا جناب والا کی عقل و دانش کے قصور سے پیدا ہوا؟

پیش پا افتادہ سوال کیوں پیدا ہوا؟

محترم جناب شرر صاحب کی مذکورہ عبارت اور ذیل کی عبارتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوا ہے، محترم شرر صاحب کی دو اور عبارتیں ذیل میں لکھی جارہی ہیں تاکہ قارئین بھی غلط فہمی کو سمجھ سکیں، سابقہ عبارت سے متصل تحریر فرماتے ہیں ''اس کے برخلاف یہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت (فرقہ) انبیائے بنی اسرائیل میں سے نبی کی اطاعت گزار رہی ہیں (تعداد مختصر سہی) یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں اولیاء زہاد و عباد بھی ہوئے ہیں۔ ''مومنین اہل کتاب'' انھیں کو تو کہا جاتا ہے جو اپنے زمانے کے نبی کے اطاعت گزار تھے''۔

اس کے بعد آیتوں اور پارہ و رکوع کا ذکر کیے بغیر ''خزائن العرفان'' کے حوالے سے یہود کے چار گروہ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانۂ اقدس میں بچھڑے کی پوجا کرنے پر عفو و درگذر کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے یہ بتایا کہ ''صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے تب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بتضرع و زاری بارگاہ حق کی طرف ملتجی ہوئے، وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے باقی مغفور فرمائے گئے، ان میں قاتل و مقتول سب جنتی ہیں''۔

اس کے بعد پھر محترم موصوف فرماتے ہیں: ''محترم مولانا شریفی صاحب کہاں

تک بنی اسرائیل کے مرحومین ومغفورین کا شمار کراؤں آپ اہل بہشت کے لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط تشریح سے نہ صرف "دخول فی النار" بلکہ خلود فی النار" کا حکم صادر فرما رہے ہیں اور اس خلود فی النار پر قرآنی آیات بھی پیش کرر ہے ہیں"۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کے دو مرحوم ومغفور کا ذکر کیا، دوسرے فرد کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور پہلے فرد بھی کسی نبی کے زمانہ ہی میں تھے، مگر اس کی صراحت نہیں کہ وہ نبی علیہ السلام کون تھے؟ راقم الحروف کہتا ہے: پہلی عبارت میں کہنا کہ "انبیائے بنی اسرائیل جو دین حق کی تبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے، فریضہ تبلیغ بہ تمام وکمال ادا کیا، کیا ان کی تعلیمات کے زیر اثر کوئی بھی دولت ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوا؟" دوسری عبارت میں یہ کہنا کہ "ہر دور میں ایک جماعت (فرقہ) انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہر نبی کی اطاعت گزار رہی ہے (تعداد مختصر سہی) اور یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام بتضرع وزاری بارگاہ حق کی طرف ملتجی ہوئے"۔ اور تیسری عبارت مکمل، ان تمام عبارتوں سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ محترم موصوف نے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زماۂ مبارک میں امت دعوت کے بہتر فرقے ہوئے ان میں کا ایک فرقہ ناجی رہا، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانۂ مبارک میں، امت اجابت کے بہتر فرقے ہوئے ان میں ایک ناجی رہا اور ایسی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اطاعت گزار لوگوں کو جہنمی کہنا قطعاً درست نہیں، پیش یا افتادہ سوال پیدا ہونے کی یہی وجہ ہے۔

محترم شر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں امت اجابت میں افتراق تھا ہی نہیں، آپ علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی امت اجابت میں افتراق پیدا ہوا اور امتداد زمانہ سے اس افتراق میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اس کے بہتر فرقے ہو گئے، اور جس وقت ہمارے آقا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تفرقت الیہود علی ثنتین وسبعین ملۃ'' اس وقت یہود ونصاریٰ میں کوئی ایسا فرقہ نہیں تھا جو حق پر قائم ہونے کی وجہ سے ناجی ہو، چنانچہ علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ و الرضوان نے تفسیر کبیر میں آیت کریمہ "وَقالَت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شئ" کے تحت فرمایا: "المسئلۃ الثانیہ. روی أن وفد نجران لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أتاھم أحبار الیھود فتناظروا حتیٰ ارتفعت أصواتھم وقالت الیھود ما انتم علیٰ شئ من الدین و کفروا بعسیٰ علیہ السلام والانجیل وقالت النصاریٰ لھم نحوہ و کفروا بموسیٰ علیہ السلام و التوراۃ" (مروی ہے کہ جب نجران کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو یہود کے علما اس (وفد) کے پاس آئے تو ایک دوسرے سے مناظرہ ہوا یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو گئی اور یہود نے (نصاریٰ) سے کہا کہ تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا اور نصاریٰ نے یہود سے اسی طرح کی بات کہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کا انکار کیا)۔

محترم شر صاحب بتائیں کہ کسی نبی اور کسی آسمانی کتب کے انکار کے بعد بھی منکر مومن کہلائے گا؟ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ کسی بھی نبی کے انکار سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے، یونہی اللہ کی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کے انکار سے ایمان چلا جاتا ہے۔ اگر محترم موصوف یہ کہیں کہ مناظرہ میں جو یہود ونصاری موجود تھے انھیں کا ایمان رخصت ہوا باقی اہل ایمان تھے تو میں عرض کروں گا کہ چند ہی یہود ونصاریٰ نے یہ بات کہی مگر سب کا عقیدہ یہی تھا چنانچہ اس کے بعد علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں: "المسئلۃ الثالثۃ. اختلفوا فیمن ھم الذین عناھم اللہ تعالیٰ أھم الذین کانوا من بعثہ عیسیٰ علیہ السلام أو فی زمن محمد علیہ السلام. و الظاھر الحق أنہ لا دلیل فی

الظاهر عليه وان كان الأولیٰ ان يحمل على كل اليهود و كل النصاری بعد بعثه عيسیٰ علی السلام. ولا يجب لما نقل فی سبب الآية ان يهود يا خاطب النصاریٰ بذالك فانزل الله هذه الآية. ان لا يراد بالآية سواه اذا امكن حمله علی ظاهره وقوله "وقالت اليهود ليست النصاریٰ علی شئ" يفيد العموم فما الوجه فی حمله علی التخصيص ومعلوم من طريقه اليهود و النصاریٰ أنهم منذ كانوا فهذا قول كل فريق منهما فی الآخر" (اس میں اختلاف یہ ہے کہ وہ کون ہیں جو اللہ کی مراد ہیں، آیا وہ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد تھے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھے اور ظاہر ہے کہ حق یہ ہے کہ اس پر ظاہر میں کوئی دلیل نہیں ہے اگر پہلے ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد تمام یہود و نصاریٰ پر محمول کیا جائے اور ضروری نہیں کہ آیت کے سبب کے نزول میں جو منقول ہے کہ ایک یہودی نے نصاریٰ کو اس سے خطاب کیا، آیت سے اس کے علاوہ کو مراد نہ لیا جائے جب اس کو ظاہر پر کرنا محمول ممکن ہے، اور "قالت اليهود ليست النصاریٰ علی شئ" عموم کا فائدہ دے رہا ہے تو تخصیص پر محمول کرنے کی کیا وجہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہود و نصاریٰ جب سے ہوئے ان میں کا ہر فریق دوسرے کے بارے میں یہی کہتا۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ میں سے کسی گروہ اور فرقہ کی تخصیص نہیں لہٰذا پورے یہود و نصاریٰ کا ایک دوسرے کے بارے میں یہی عقیدہ تھا جس کی بنیاد پر ان کے کافر ہونے میں شبہ نہیں، اس کے علاوہ ''ولا تكونوا اول كافر به'' کی تفسیر میں علامہ موصوف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "سابعها :اول كافر به من اليهود لأن النبی صلی الله عليه وسلم قدم المدينة و بها قريظة و النضير فكفروا به ثم تتابعت سائر اليهود علی ذلك الكفر. فكأنه قيل أول من كفر به من اهل الكتاب" (ساتواں قول یہ ہے کہ یہودیوں میں سے

پہلے کافر، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور مدینہ میں قریظہ و نضیر تھے تو ان سبھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا پھر باقی تمام یہودیوں نے اس کفر پر متابعت کی گویا کہا گیا اہل کتاب میں سے پہلے کافر نہ ہو) اس لیے عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کافر ہوئے۔

اس کے علاوہ تفسیر بیضاوی میں "غیر المغضوب علیھم و الضالین" کی تفسیر میں علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وقیل المغضوب علیھم الیھود لقوله تعالیٰ فمنھم من لعنه الله و غضب علیه والضالین النصاریٰ لقوله تعالیٰ قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیراً و قد روی مرفوعاً" (اور کہا گیا ہے کہ مغضوب علیھم، یہود ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: "فمنھم من لعنه الله و غضب علیه" (تو ان میں سے وہ ہیں جن پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے) اور ضالین، نصاریٰ ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا "قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیراً" (اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا) اور بیضاوی شریف کے حاشیے پر اس حدیث شریف کا ذکر ہے جس کی طرف علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے ''وقد روی مرفوعاً'' سے اشارہ کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْمَغْضُوْبُ عَلَیْہِمْ اَلْیَہُوْدُ وَالضَّآلِّیْنَ النَّصَارٰیٰ" (مغضوب علیھم، یہود ہیں اور ضالین، نصاریٰ ہیں)

ان دلائل کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جو یہ اعلان کر رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے جن بہتر فرقوں کا ذکر فرمایا وہ سب کے سب کافر و گمراہ ہیں اور راقم الحروف نے انھیں گمراہ اور کافر فرقوں کے بارے میں قرآنی آیتوں کو پیش کیا ہے، اگر اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث محترم موصوف کے ذہن شریف میں ہو جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہود و نصاریٰ کے کسی گروہ کے مومن

وناجی ہونے کا ذکر ہو تو اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ مجھ کم علم کو بھی معلوم ہو جائے۔

محترم شرر صاحب کو قرآنی آیتوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جس سے پتہ چلے کہ بنو اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے سب کے سب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، اس لیے انتہائی اختصار کے ساتھ راقم الحروف کہتا ہے کہ "قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّار اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً" "قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" اللہ تعالیٰ کا ارشاد بتا رہا ہے کہ جتنے یہودی ہیں سب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، یہاں سیئہ سے مراد کفر و شرک ہے اور احاطت بہ خطیئتہ سے مراد ایمان سے محرومی اور کفر ہی پر مرنا ہے۔

مزید اطمینان کے لیے تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ فرمالیں تو حق واضح ہو جائے گا۔ اور اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ میں "من اهل ا لکتاب" کا لفظ بتا رہا ہے کہ کل بہتر فرقے جہنم میں رہیں گے، اس لیے کہ من یہاں بیان کے لیے ہے، تبعیض کے لیے نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ بعض مشرکین کافر نہ ہوں اور اہل الکتاب مطلق ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے جس کی تائید ہمارے مذکورہ بالا دلائل سے ہو رہی ہے۔

ہم نے جو دعویٰ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس کو قرآن کی آیتوں اور مفسرین کے اقوال اور احادیث کریمہ اور شارحین کے اقوال کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے، اب شرر صاحب اپنا دعویٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کریں کہ یہود و نصاریٰ میں سے ایک ایک فرقہ ناجی ہے، اس کے بعد مفتیان کرام کی طرف رجوع کریں۔

محترم شرر صاحب تحریر فرماتے ہیں: فاضل مضمون نگار نے اپنی پہلی قسط میں ایک خوش آئند اعلان کیا ہے وہ یہ کہ "اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان بہتر باطل فرقوں کے

عقائد فاسدہ کو بھی بیان کیا جائے گا جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے'' اس سے مستفاد ہے کہ آں موصوف کی نظر میں وہ بہتر فرقے ہیں اور ہر ایک کے متمائز عقیدہ فاسدہ پر ان کی نگاہ ہے، یہ خوشخبری جنوری کے شمارہ میں یعنی پہلی قسط میں فردوس گوش ہوئی اور اب تک تین قسطیں شائع ہو چکی ہیں مگر ہنوز، یہ بیل منڈھے نہیں چڑھی'' میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی نیا فارغ التحصیل ذی استعداد عالم یہ کہے کہ'' میں انشاء اللہ تعالیٰ بخاری شریف پڑھاؤں گا'' تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ بخاری شریف میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب اس کی نظر میں ہیں اور ان تمام احادیث کے رواۃ، تعارض و تطبیق کی تمام صورتیں نگاہ میں ہیں؟ نہیں بلکہ عالم کے قول سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ سبقاً سبقاً مطالعہ کر کے بخاری شریف پڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسی طرح میں نے جو بہتر (۷۲) باطل فرقوں کے عقائد فاسدہ بیان کرنے کا اعلان کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر فرقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم میں جائیں گے، لہٰذا بہتر فرقوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر سارے فرقے وجود میں آچکے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کے فاسد عقائد بیان کیے جائیں گے اور اگر کچھ باقی رہ گئے ہیں تو وہ بھی ضرور پیدا ہوں گے اور ان کے بھی عقائد ایسے ہی ہوں گے جن کی بنیاد پر وہ کافر ہوں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، چنانچہ بنیادی فاسد عقائد جن کی وجہ سے ایک مومن ایمان سے بالکل خارج ہو جاتا ہے دوسری اور تیسری قسط میں بیان کیے جا چکے ہیں اور ان کی تفصیل آئندہ قسطوں میں آ رہی ہے انتظار کریں، سمجھنا چاہیے کی میری مراد یہ کیسے ہو سکتی ہے کہ ۷۲ر فرقے پیدا ہو چکے جب کہ میں نے وہ حدیث پیش کی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان میں کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا اور اگر ۷۲ر فرقے پیدا ہو چکے ہوں اور بعد میں بھی ایسے ہی فرقے ظاہر ہوں تو بھی اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ۷۲ر کی تعداد تو پوری ہو گئی کم ہونے کی صورت میں

اعتراض ہوتا زیادہ ہونے کی صورت میں اعتراض نہیں ہوگا اس سلسلہ میں امام فخر الدین رازی اور حضرت شیخ محقق دہلوی علیہما الرحمہ والرضوان نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے۔

محترم موصوف فرماتے ہیں کہ ''بعض اہل علم نے کچھ اصولی فرقے شمار کیے پھر ان میں سے ہر ایک کے تحت کچھ فروعی فرقے شمار کیے، اصولی فرقوں کو شمار کیا تو پانچ سات سے آگے نہ بڑھے اور فروعی فرقوں کو شامل کیا تو سیکڑا پار کر گیا۔

محترم موصوف نے صرف مولانا اسید الحق صاحب کی کتاب ''حدیث افتراق امت'' ہی کا مطالعہ کیا ہے اس لیے فرمایا کہ اصولی فرقے پانچ سات سے آگے نہ بڑھے حالانکہ یہ بات اہل علم کے درمیان مشہور ہے کہ اصولی فرقے آٹھ ہیں، چنانچہ ''مرقاۃ'' میں حضرت ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث افتراق کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں "واعلم أن اصول البدع كما نقل في المواقف ثمانية" (اور جان لو کہ اہل بدعت کے اصولی فرقے آٹھ ہیں جیسا کہ مواقفت میں منقول ہے)

(نوٹ) محترم شرر صاحب نے کنز الایمان میں پہلی قسط کی اشاعت کے ساتھ ایڈیٹوریل کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ابھی اس پر کچھ اظہار خیال کرنے کا وقت نہیں آیا ہے وقت آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بھی تحریر کیا جائے گا۔ (جاری)

محاکمہ

محترم صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت والا معروض خدمت کہ ماہنامہ کنز الایمان شمار جنوری ۲۰۱۲ء میں مولانا رضوان احمد نوری شریفی کے ایک طویل مضمون بہ عنوان ''حدیث افتراق امت اور بہتر فرقے۔ ایک تحقیقی جائزہ'' کی پہلی قسط شائع ہوئی ہے جس میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے کل کے کل بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس کے رد میں ڈاکٹر شہر مصباحی کی تحریر اسی ماہنامہ کے شمارۂ جون و جولائی میں شائع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر مصباحی کے مضمون مطبوعہ شمارۂ جون کے جواب میں ایک تحریر محترم شریفی صاحب کی ہمیں موصول ہوئی ہے جس میں انہوں اپنے سابقہ موقف پر قائم رہتے ہوئے ڈاکٹر مصباحی کی تحریر کو غلط فہمی پر مبنی قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

طول بحث سے بچنے کے لیے کچھ اہل علم احباب نے ہمیں مشورہ دیا کہ جنوری اور جون کے شمارے کی مطبوعہ تحریریں شریفی صاحب کی آمدہ جوابی تحریر آپ کی خدمت میں بھیج کر شرعی جواب حاصل کیا جائے اور اسے ہی ماہنامہ میں شائع کیا جائے۔

لہٰذا جانبین کی مطبوعہ تحریریں اور محترم شریفی صاحب کی جوابی تحریر خدمت والا میں مرسل ہے۔ والسلام منتظر جواب (حافظ) محمد قمر الدین رضوی ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی ۲۸ رجون ۲۰۱۲

الجواب: محترم مولانا رضوان احمد شریفی اور محترم ڈاکٹر شہر مصباحی صاحبان

کے مقالات کا ایک سرسری مطالعہ کیا۔ راقم الحروف اس لائق نہیں کہ ارباب نظر کے علمی اور نزاعی مباحث میں ''فصل خطاب'' کی ذمہ داری نبھاسکے، ہاں اس باب میں جو احادیث میرے پیش نظر ہیں، انہیں مختصر شرح و بیان کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ خدا کرے یہ کوشش دونوں حضرات کے لیے تشفیٔ قلب کی باعث ہو۔ وماعلینا الا البلاغ۔

دونوں حضرات کے مضامین کے سرسری مطالعہ سے یہ بات تشریح طلب محسوس ہوئی کہ حدیث افتراق امت میں بنی اسرائیل کے تمام بہتر فرقے ناری وجہنمی ہیں یا ان میں ایک ناجی وجنتی بھی ہے؟ محترم شریفی صاحب سب کو ناری مانتے ہیں۔ ان کی تحقیق میں وہ سب کے سب کافر اور ہمیشہ کے لیے جہنم کے سزاوار ہیں۔

جب کہ محترم شرر صاحب ان میں سے ایک فرقہ کو ناجی وجنتی اور بقیہ کو ناری تسلیم کرتے ہیں

بظاہر یہ اختلاف بہت اہم اور دور رس معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں کیوں کہ شریفی صاحب نے اپنے جوابی مضمون میں یہ انکشاف کیا ہے کہ ان کی گفتگو عہد رسالت کے اہل کتاب کے بارے میں ہے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ اعلان رسالت کے بعد ہر کتابی، غیر کتابی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا فرض ہے اور جو بھی دانستہ آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔ (صحیح مسلم شریف ص ۸۶ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اس امت میں سے جو شخص بھی میری نبوت کے بارے میں سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ جہنمی ہوگا۔

محترم شرر مصباحی صاحب سے جب راقم الحروف نے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں فوراً کہا کہ یہ تو بلاشبہ حق ہے، اس میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔ تو اس قدر پر دونوں حضرات کا اتفاق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اعلان نبوت سے پہلے اہل کتاب کے ایک فرقے کے جنتی ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں ہونا چاہیے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

حدیث نبوی میں بنی اسرائیل کے جن بہتر فرقوں کا ذکر ہے ان میں ایک ناجی وجنتی ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔ چناں چہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى وَ سَبْعُوْنَ فِرْقَةً وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعِيْنَ فِي النَّارِ وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً فَاِحْدٰى وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ من هم؟ قال: الجماعة۔

(سنن ابن ماجہ ص: ۲۸۷ باب افتراق الامم)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ان میں ایک فرقہ جنتی ہے اور ستر فرقے جہنمی ہیں اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ان میں سے اکہتر فرقے جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ! یہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا وہ

(جس کا نام) جماعت ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

أَخْرَجَ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَصَحَّحَهُ وَالْحَاكِمُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى إِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي الْهَاوِيَةِ إِلَّا وَاحِدَةً. وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي الْهَاوِيَةِ إِلَّا وَاحِدَةً. وَسَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي الْهَاوِيَةِ إِلَّا وَاحِدَةً - (تفسیر روح المعانی ص ۶۸ ص: ۸)

ابوداؤد اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج حدیث کی ساتھ ہی امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا کہ یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ان میں سے سب جہنمی ہیں مگر ایک (جنتی ہے) اور نصاریٰ بہتر فرقے میں تقسیم ہو گئے، سب جہنمی ہیں مگر ایک (جنتی) ہے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ان میں بھی سب جہنمی ہیں مگر ایک (جنتی ہے)

ارشاد نبوت کی سب سے اچھی شرح وہ ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہو کیوں کہ سرور کائنات سے بہتر آپ کے ارشاد کا مطلب کوئی اور نہیں سمجھ سکتا اور یہاں خود سرکار ابد قرار علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ارشاد کی شرح فرما دی کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں میں ایک جنتی ہے اور باقی جہنمی۔

یہ شرح اتنی واضح غیر مبہم ہے جس میں کسی کے لیے بھی چوں و چرا کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور یہیں سے یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی میں اپنے عہد کے بنی اسرائیل کا حال نہیں بیان فرمایا ہے بلکہ اعلان نبوت سے پہلے جو بنی اسرائیل پائے گئے ان کا حال بیان فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے۔ چناں چہ ارشاد نبوت ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَنَّہٗ قَامَ فَقَالَ :اَلَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ:اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ أَھْلِ الْکِتَابِ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً۔ وَاِنَّ ھٰذِہِ الْمِلَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ۔

(سنن ابن ابی داؤد ص ۶۳۱ شرح السنۃ من اول کتاب السنۃ)

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں کھڑے ہو کر فرمایا آگاہ ہو جاؤ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ بیشک تم سے پہلے جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہوئے وہ بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور بیشک یہ ملت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان میں سے بہتر جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے اور یہ جنتی فرقہ جماعت ہے۔

حدیث کے الفاظ من قبلکم من اھل الکتاب تم سے پہلے جو اہل کتاب ہوئے" بہت ہی واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے فرقوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے ناری فرقوں میں سے ایک ایک فرقے کا استثناء دین موسوی و عیسوی کے منسوخ ہونے سے پہلے زمانہ گزشتہ کی کتابوں کے پیش نظر ہے اور ان ادیان کے منسوخ ہونے کے بعد تو سارے کتابی ناری و جہنمی ہیں گو ان کے جہنمی ہونے کے اسباب متعدد و مختلف ہیں۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں ہے: یہود اکہتر فرقے ہو گئے ان میں سے ایک ناجی باقی سب ناری اور نصاریٰ بہتر فرقے ہو گئے، ایک ناجی، باقی سب ناری اور میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی وہ سب کے سب ناری ہوں گے سوائے ایک کے جو

''سوادِ اعظم''یعنی بڑی جماعت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو میری اور میرے اصحاب کی راہ پر ہے۔'' (خزائن العرفان)

اس کا ماخذ تفسیر مدارک التنزیل میں منقول روایات حدیث ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

وفی الحدیث :اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی الْهَاوِیَةِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِیَ النَّاجِیَةُ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی الْهَاوِیَةِ اِلَّا وَاحِدَةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی الْهَاوِیَةِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِیَ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ۔ وفی روایة :وھی ما انا علیہ واصحابی۔ (تفسیر مدارک التنزیل معرف بہ تفسیر نسفی ص ۴۲ ج ۲)

الغرض احادیث نبویہ اور اس کے شرح و بیان سے یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آ گئی کہ حدیث افتراق امت میں بنی اسرائیل کے جن بہتر فرقوں کا ذکر ہے ان سے مراد اِعلان نبوت سے پہلے کے بنو اسرائیل ہیں اور ان بہتر فرقوں میں ایک ناجی اور جنتی ہے جیسا کہ امت محمدیہ کے تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی و جنتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں

(پانچویں قسط)

مولانا اسید الحق صاحب نے بہتر فرقوں کے جہنم سے نکالے جانے کے سلسلہ میں دلیل کے طور پر یہ بھی کہا ہے کہ " کلھم فی النار " سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اپنی بات کی تائید میں دو حدیثیں اور قرآن کی ایک آیت پیش کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "فلان فی النار" یعنی فلاں دوزخی ہے، اور اس سے ملتے جلتے الفاظ قرآن وسنت میں ہر جگہ "خلود فی النار" کے معنی میں نہیں آئے ہیں، بلکہ اس قسم کے الفاظ سے کہیں "خلود فی النار" مراد ہوتا ہے اور کہیں ان سے صرف "دخلول فی النار" مراد ہے، مثال کے طور پر امام بخاری روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ (٦٦)

جب دو مسلمان اپنی تلوار کے ساتھ (قتل کے ارادے سے) ملیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ اس حدیث مبارک میں ''فی النار'' سے خلود فی النار'' نہیں بلکہ ''دخول فی النار'' مراد ہے، ظاہر ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا کفر نہیں ہے جس کی پاداش میں قاتل کو ''خلود فی النار'' کی سزا دی جائے ہاں مسلمان کا قتل گناہ کبیرہ ہے جس کا مرتکب فاسق ہے اور اس کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى

لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ"(٦٧)

قاضی تین طرح کے ہیں ایک جنت میں ہے اور دو جہنم میں، جنتی وہ ہے جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور وہ جس نے حق پہچانا لیکن پھر بھی فیصلہ میں ظلم کیا وہ جہنم میں ہے اور وہ شخص جس نے بغیر علم کے فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی دو جگہ "فی النار" کا لفظ آیا ہے اور دونوں جگہ یہ "دخول فی النار" کے معنی میں ہے، بلکہ قرآن کریم میں تو ایک مقام پر "خلود فی النار" کی صراحت کے باوجود وہاں اہلسنت کے نزدیک "دخول فی النار" مراد ہے، ارشاد باری ہے "مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا"(٦٨) اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں مدتوں رہے گا۔

آپ نے دیکھا کہ یہاں صراحۃً لفظ خلود وارد ہوا ہے اس کے باوجود ہمارے علمانے یہاں خلود سے اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ "طول مکث" مراد لیا ہے جس کا ترجمہ "مدتوں" سے کیا گیا ہے، اس تمہید کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیر بحث حدیث میں "کلها فی النار" سے کیا مراد ہے؟ اگر یہاں "فی النار" کا مطلب دخول فی النار" ہے تو وہ بہتر فرقے مبتدع۔ ضال اور مضل تو ہو سکتے ہیں مگر حد کفر تک نہیں پہنچیں گے اور حد کفر تک نہ پہنچنے کا مطلب یہ ہوا کہ عقیدہ میں ان کا انحراف اور جادۂ حق سے ان کی گمراہی جس قدر ہوگی اسی قدر ان کو دوزخ میں رکھا جائے گا اور پھر بالآخر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا"۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مولانا موصوف نے جن حدیثوں اور قرآن کی آیت کو پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان جگہوں میں "دخول فی النار" مراد ہے۔

ان سے متعلق یہاں میں دو بات کہنا چاہتا ہوں، مولانا نے جن حدیثوں اور قرآن کی آیت کو پیش کیا ہے ان کا تعلق عمل میں فساد سے ہے، قصداً قتل وقتال کرنا ہو

یا قصداً ناحق فیصلہ کرنا یہ عمل کا فساد ہے اور صرف عمل میں اس فساد کی وجہ سے جو حد کفر تک نہیں پہنچا ہے جو بھی مسلمان جہنم میں جائے گا اس سے نکالا جائے گا اور عقیدہ میں ایسا فساد پیدا ہو جائے جو حد کفر تک پہنچ جائے تو جہنم میں جانے کے بعد نہیں نکالا جا ئے گا یعنی اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حلال جانتے ہوئے قتل کرے تو جہنم میں ہمیشہ رہے گا، چنانچہ جلالین شریف میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''ھذا مووٴل بمن یستحلہ'' یعنی اگر آیت کریمہ میں ''خالدا فیھا'' سے ہمیشگی مراد ہو تو اس کی تاویل یہ کی جائے گی وہ قاتل جو مومن کو قتل کرنا حلال جانتے ہوئے قتل کرے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کریمہ میں جہاں خوش عقیدگی کی وجہ سے جنت میں اور بد عقیدگی کی وجہ سے جہنم میں رہنے کا ایک ساتھ ذکر ہے وہاں خلود ہی مراد ہے چنانچہ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ" کی تفسیر، جلالین شریف میں یوں کی ہے "والمعنی خالدین فیھا ابداً" (اور معنی یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" اس آیت کریمہ کے اخیر میں ''فجار'' کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وما ھم عنھا بغائبین" اور "بغائبین" کی تفسیر "بمخرجین" سے کی گئی ہے (یعنی اس سے نکالے نہیں جائیں گے)

ایک مثال حدیث شریف سے بھی پیش کر دوں، مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں دو کتابوں کا ذکر ہے ایک میں جنتیوں کے نام اور دوسری میں جہنمیوں کے نام تھے، اس حدیث کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ" (تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو گیا ایک گروہ

جنت میں اور اور ایک گروہ جہنم میں) یہاں بھی ہمیشگی ہی کا معنیٰ مراد ہے۔

اور حدیث افتراق امت میں بھی خوش عقیدگی کی وجہ سے جنت میں اور بد عقیدگی وجہ سے جہنم میں جانے کا ذکر ایک ہی ساتھ ہے چنانچہ ارشاد ہے "كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِداً" اور ایک روایت میں صراحۃً یوں ارشاد ہے "اِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ ووَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" (بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے)

بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس کی تائید میں آخری بات کرنے کے بعد ان عقائد کو بیان کیا جائے گا جن کی وجہ سے کافر و مرتد ہمیشہ جہنم میں رہیں گے پھر فرقوں کو بیان کیا جائے گا۔

آخری بات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں

(۱) اِنَّ النَّاسَ دَخَلُوْا فِي دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجاً وَسَيَخْرُجُوْنَ مِنْهُ اَفْوَاجاً[۱] (بیشک لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوئے اور عنقریب اس سے جوق در جوق نکل جائیں گے) اس حدیث کو امام احمد قدس سرہٗ نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

(۲) لَيَكْفُرَنَّ اَقْوَامٌ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ[۲] (کچھ قومیں ایمان لانے کے بعد ضرور کافر ہو جائیں گی) اس حدیث کو تمام اور ابن عسا کر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۳) سَيَاتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ مِنْهُمْ اَلْفُ رَجُلٍ

---

[۱] کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۲۴

[۲] کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۷۶

وَزِيَادَةٌ لَا يَكُوْنُ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ[1] (عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجد میں ایک ہزار اور اس سے زیادہ لوگ نماز پڑھیں گے مگر ان میں کوئی مومن نہیں ہوگا) اس حدیث کو دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(۴) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۵ ص ۲۲ "عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ آنِفاً فَقَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ قُلْتُ اَجَلْ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ فَبِمَ ذَاكَ يَاجِبْرَئِيْلُ فَقَالَ اُمَّتُكَ مُفْتَتَنَةٌ بَعْدَكَ بِقَلِيْلٍ مِّنَ الدَّهْرِ غَيْرِ كَثِيْرٍ قُلْتُ فِتْنَةُ كُفْرٍ اَوْ فِتْنَةُ ضَلَالَةٍ قَالَ كُلٌّ ذٰلِكَ سَيَكُوْنُ قُلْتُ وَمِنْ اَيْنَ ذَاكَ وَ اَنَا تَارِكٌ فِيْهِمْ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ بِكِتَابِ اللّٰهِ يَضِلُّوْنَ وَاَوَّلُ مِنْ قِبَلِ قُرَّائِهِمْ وَاُمَرَائِهِمْ يَمْنَعُ الْاُمَرَاءُ النَّاسَ حُقُوْقَهُمْ فَلَا يُعْطُوْنَهَا فَيَقْتَتِلُوْنَ وَيَتَّبِعُ الْقُرَّاءُ اَهْوَاءَ الْاُمَرَاءِ فَيَمُدُّوْنَ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ قُلْتُ يَا جِبْرَئِيْلُ فَبِمَ سَلِمَ مِنْهُمْ قَالَ بِالْكَفِّ وَالصَّبْرِ اِنْ اَعْطُوا الَّذِيْ لَهُمْ اَخَذُوْهُ وَاِنْ مَنَعُوْا تَرَكُوْهُ[2] (رواہ الحاکم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں (یہ ایک کلمہ ہے جس کو تکلیف اور مصیبت کے وقت کہنا موجب دفع بلا اور ترقی حسنات ہے) لہٰذا میں نے بھی کہا انا للہ وانا الیہ راجعون. مگر اس وقت اس کے کہنے کی کیا وجہ ہے اے جبرئیل! کہا آپ کی امت آپ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد فتنہ میں مبتلا ہوگی، میں نے کہا فتنہ کفر کا یا گمراہی کا؟ کہا سبھی کچھ ہوگا یعنی مرتد بھی ہوجائیں اور بعض گمراہ بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا کہ یہ دونوں فتنے کیونکر ہوں گے میں تو ان میں اللہ

[1] کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۷۵

[2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن بحوالہ الحکیم عن عمرو بحث کتاب الفتن. الباب الثانی. دار الفکر بیروت ۵/۳۹۹

کے کلام کو چھوڑ جاؤں گا؟ کہا کلام اللہ ہی سے گمراہ ہوں گے یعنی اس کے معنی من گھڑے جوڑ کر جماعت اہل اسلام میں توڑ پھوڑ کریں گے اور یہ فتنہ قاریوں سے یعنی قرآن کے جاننے والوں دنیا دار مولویوں اور امیروں سے شروع ہوگا، امیر، لوگوں کے حق نہ دیں گے اور قتل کریں گے، مولوی بھی انہیں کی سی کہیں گے، حلال حرام کے بیان کرنے میں ان سے ڈریں گے اور ان کے پیچھے لگیں گے، پس گمراہی میں بڑھتے چلے جائیں گے پھر کمی نہیں کریں گے، میں نے کہا اے جبرئیل اس وقت ان سے بچاؤ کی کیا صورت ہے، کیا صبر جو کچھ وہ دیں لیں اور نہ دیں تو چپ چاپ صبر کر بیٹھیں"

یہ حدیث الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت علامہ مولانا سید دیدار علی مفتی آگرہ علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔ اس حدیث شریف کو جیسا کہ حوالہ سے معلوم ہوا علامہ علاء الدین علی متقی علیہ الرحمہ والرضوان نے بھی کنز العمال جلد ۱۱ میں چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل فرمایا، یعنی فبم کی بجائے فمم، مفتنۃ کی بجائے مفتتنۃ اور فبم سلم منھم کی جگہ فبم سلم من سلم منھم ہے، لیکن معنی اور مفہوم میں اختلاف نہیں ہے۔

اور اس حدیث کو علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے العلل المتناھیۃ میں ذکر کرتے ہوئے اس کے تین راویوں پر جرح کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "وقال یعقوب بن سفیان محمد بن حمید ھذا حمصی لیس بالقوی ومسلمۃ بن علی الدمشقی ضعیف الحدیث وعمر بن ذر الھمدانی و ھو عندی شیخ مجھول ولا یصح ھذا الحدیث۔ یعنی یعقوب بن سفیان نے کہا کہ محمد بن حمید یہ حمص کے رہنے والے ہیں قوی نہیں ہیں اور مسلمہ بن علی دمشقی ضعیف الحدیث ہیں اور عمر بن ہمدانی یہ میرے نزدیک شیخ مجہول ہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں[1]

لیکن ان تینوں راویوں کے بارے میں دوسرے محدثین کی رائے علامہ ابن

[1] اسکا یہ مطلب نہیں کہ غلط اور باطل ہے بلکہ محدثین کی اصطلاح میں صحیح ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہوتی ہے۔ منہ

جوزی کی رائے سے مختلف ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے "عبد الله بن احمد عن ابیه ما علمت الا خیراً (عبداللہ بن احمد اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے محمد بن حمید حمصی کے بارے میں کہتے ہیں" ان کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں معلوم "وقال ابن معین و دحیم ثقة" (اور ابن معین اور رحیم نے ثقہ کہا) وذکرہ ابن حبان فی الثقات (ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا)

اور مسلمہ بن علی کے بارے میں دوسرے محدثین اگرچہ ان کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں تاہم امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ان کے بارے میں فرمایا "مسلمة من رجال ابن ماجة لم یتهم بکذب" (مسلمہ ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں وہ کذب کے ساتھ متہم نہیں ہیں)

اور ابن عمر ذر کے بارے میں تہذیب التہذیب میں ہے "قال احمد بن محمد بن یحیٰ بن سعید القطان قال جدی عمر بن ذر ثقة فی الحدیث لیس ینبغی ان یترك حدیثه لرأی أخطأ فیه وقال الدوری و غیرہ عن ابن معین ثقة و کذا قال النسائی و الدار قطنی و قال العجلی کان ثقة بلیغاً و قال أبو حاتم کان صدوقا و کان مرجئا لا یحتج بحدیثه وقال فی موضع آخر کان رجلا صالحا محله الصدق وقال ابن خراش صدوق من خیار الناس و کان مرجئا"[1]

(احمد بن محمد یحییٰ بن سعید قطان نے کہا میرے دادا نے فرمایا کہ عمر بن ذر حدیث میں ثقہ ہیں محض ایک رائے کی وجہ سے جس میں ان سے خطا ہوئی ان کی (روایت کردہ) حدیث کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے اور دوری وغیرہ نے ابن معین سے روایت کرتے ہوئے ثقہ کہا ہے اور اسی طرح نسائی اور دار قطنی نے بھی ثقہ کہا ہے اور عجلی نے بلیغ ثقہ کہا ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ بڑے سچے تھے اور مرجئی تھے اس لیے ان کی

[1] الجزء السابع من تہذیب التہذیب

روایت کردہ حدیث کو دلیل نہیں بنایا جائے گا اور دوسری جگہ کہا نیک اور سچے تھے اور ابن خراش نے کہا کہ نیک لوگوں میں سے سچے اور مرجئی تھے)

آپ کو تین راویوں کے بارے میں علامہ ابن جوزی اور دیگر محدثین کی آرا معلوم ہوئیں، ان کی روشنی میں صرف مسلمہ بن علی ایسے ہیں جن کے ضعیف ہونے میں سب کا اتفاق ہے باقی دو کے بارے میں اختلاف، اس لیے یہ حدیث زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوسکتی ہے اور ضعیف حدیث کے عقائد کے باب میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا اور تاہم اس حدیث شریف سے اور اس کے علاوہ مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ امت اجابت میں سے کافر بھی ہوں گے اور گمراہ بھی، جس سے ہمارے پیش کردہ نظریہ کی تائید یقینا ہو رہی ہے۔

اب ذیل میں ان عقائد و اعمال کو بیان کیا جارہا ہے جن کی وجہ سے مسلمان قطعاً اور اجماعاً کافر و مرتد ہو جاتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون سے فرقے ہیں جو کافر و مرتد ہونے کی بنیاد پر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

علامہ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے شفا شریف جلد دوم فصل رابع میں "فی بیان ما ھو المقالات کفر و ما یتوقف او یختلف فیه وما لیس بکفر" کے عنوان کے تحت جو کچھ تحریر فرمایا ہے، طوالت سے بچنے کے لیے صرف اس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے وہ فرماتے ہیں:

(۱) اس سلسلے میں واضح بیان یہ ہے ہر وہ قول جس سے ربوبیت یا وحدانیت کی صراحۃً نفی ہو یا اللہ کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کی صراحت ہو تو وہ کفر ہے۔

(۲) اسی طرح جس نے اللہ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت کا اعتراف کیا لیکن عقیدہ رکھے کہ وہ حی نہیں ہے قدیم نہیں یا یہ عقیدہ رکھے کہ وہ حادث اور صورت والا ہے یا اس کے لیے لڑکا، لڑکی یا بیوی ہونے کا دعویٰ کرے یا جننے والا ہونے کا

دعویٰ کرے یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے یا ازل میں اس کے ساتھ کوئی قدیم شئ تھی یا اس کے علاوہ عالم کا صانع کوئی اور ہے یا اس کے علاوہ کوئی مدبر ہے تو یہ تمام باتیں اجماعاً کفر ہیں۔

(۳) اسی طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو عالم کے قدیم ہونے یا اس کی بقا کا قائل ہو یا اس سلسلے میں بعض فلاسفہ اور دہریہ کے مذہب کی بنیاد پر شک کرے یا جسموں میں تناسخ ارواح یا اس کے انتقال کا قائل ہو اور ان کی خباثت اور صفائی وستھرائی کی وجہ سے ان کو عذاب دیے جانے اور ان کو نعمت عطا کیے جانے کا قائل ہو تو وہ قطعاً کافر ہے۔

(۴) اور اسی طرح (ہم قطعی کافر کہتے ہیں) اس شخص کو جس نے الوہیت و وحدانیت کا اقرار کیا لیکن سرے سے عام طور پر نبوت کا انکار کیا یا خاص طور سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، ان انبیا میں سے جن کی نبوت کی صراحت اللہ نے فرما دی ہے کسی کی نبوت کا جان بوجھ کر انکار کرے تو بلاشبہ وہ کافر ہے۔

(۵) اسی طرح (ہم اس کو قطعی کافر کہتے ہیں) جو وحدانیت اور نبوت کی صحت کا معترف ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی معترف ہے لیکن انبیا (علیہم السلام) کے لیے ان کی لائی ہوئی باتوں میں کذب کو جائز قرار دے خواہ اس سلسلے میں اپنے خیال میں مصلحت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے وہ اجماعاً کافر ہے۔

(۶) اور اسی طرح جس نے ہمارے نبی علیہ السلام کی طرف اس میں جس کی آپ نے تبلیغ فرمائی اور خبر دی قصداً جھوٹ بولنے کی نسبت کی یا ان کے سچ ہونے میں شک کیا یا ان کو گالی دی یا کہا کہ انھوں نے پیغام نہیں پہنچایا، یا ان کو ہلکا جانا یا انبیا میں سے کسی کو ہلکا جانا یا ان کی توہین کی یا ان کو اذیت پہنچائی یا کسی نبی کو قتل کیا یا ان سے جنگ کی تو وہ اجماعاً کافر ہے۔

(۷) اور اسی طرح ہم ان کو کافر کہتے ہیں جو بعض قدما کے مذہب پر چلتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہر حیوان کی جنس بندروں، سوروں، چوپایوں اور کیڑوں میں ایک ڈرانے والا یا

نبی ہے اور دلیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ان من امة الا خلافيها نذير" (فاطر ۲۴) پیش کرتے ہیں اس لیے کہ یہ چیز اس بات کی طرف لے جاتی ہے کہ ان جنسوں کے انبیا کو ان کی مذموم صفتوں سے موصوف کیا جائے اور اس میں عالی منصب کی توہین ہے اور ساتھ ہی اس کے خلاف پر اور اس کے قائل کی تکذیب پر مسلمانوں اجماع ہے۔

(۸) اسی طرح ہم اس کو کافر کہتے ہیں جو گذشتہ تمام صحیح اصولوں کا معترف ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معترف ہو لیکن وہ یہ کہے کہ وہ کالے تھے یا ریش نکلنے سے پہلے مر گئے اور وہ، وہ نہیں ہیں جو مکہ اور حجاز میں تھے، وہ قریشی نہیں تھے، اسلیے کہ ان کی صفات معلومہ کے علاوہ صفتوں کے ساتھ ان کو موصوف کرنا ان کی نفی کرنا اور ان کو جھٹلانا ہے۔

(۹) اسی طرح ہم اس کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کی نبوت کا دعویٰ کرے یا ان کے بعد جیسے یہودیوں میں سے عیسویت جو آپ کی رسالت کو عرب تک خاص کرنے کے قائل ہیں اور جیسے خرمیہ رسولوں کے پے در پے آنے کے قائل ہیں اور جیسے اکثر رافضی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں حضرت علی کی مشارکت کے قائل ہیں اور ان کے بعد بھی۔

(۱۰) اور اسی طرح ان کے (رافضیوں کے) نزدیک ہر امام نبوت اور حجت میں ان کے قائم مقام ہے اور جیسے بزیعیہ اور بیانیہ انہیں (رافضیوں) میں سے بزیع اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں اور ان کے مشابہ لوگ یا جو اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرے یا اس کو حاصل کرنے کو جائز قرار دے اور اس کے درجے تک صفائی قلب کے ذریعہ پہنچنے کو جائز قرار دے جیسے کہ فلاسفہ اور غالی متصوفین۔

(۱۱) اور اسی طرح سے جو ان مین سے دعویٰ کرے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے اگرچہ وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا وہ دعویٰ کرے کہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس کے پھلوں سے کھاتا ہے اور حور عین سے معانقہ کرتا ہے تو یہ

سب کے سب کافر ہیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے ہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دی کہ وہ آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور امت کا اس کے ظاہری معنی پر محمول کرنے پر اجماع ہے اور اس کا مفہوم ہی اس سے مراد ہے نہ تاویل و تخصیص اس لیے ان تمام گروہوں کے قطعاً اجماعاً اور سمعاً کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۱۲) اسی طرح اس کی تکفیر پر اجماع ہے جس نے کتاب کے نص کی مزاحمت کی یا کسی ایسی حدیث کو خاص کیا جس کے قطعاً منقول ہونے اور اس کے ظاہری معنی پر محمول کرنے پر اجماع ہے جیسے خوارج کی تکفیر رجم کو باطل قرار دینے کی وجہ سے۔

(۱۳) اسی طرح ہم اس کو کافر کہتے ہیں جس نے مسلمانوں کے دین کے علاوہ ملل و ادیان میں سے کسی کی پیروی کی یا ان کے بارے میں توقف کیا یا شک کیا یا اس مذہب کو صحیح قرار دیا اگرچہ اس کے ساتھ اسلام ظاہر کرے اور اس کا عقیدہ رکھے اور اس کے علاوہ ہر مذہب کے بطلان کا عقیدہ رکھے تو وہ کافر ہے اس لیے کہ اس نے اس کے خلاف بات کا اظہار کیا۔

(۱۴) اسی طرح سے ہم قطعاً ہر اس قائل کی تکفیر کرتے ہیں جو ایسی بات کہے جس کے ذریعہ امت کی تذلیل اور تمام صحابہ کی تکفیر تک پہنچے جیسے رافضیوں میں کملیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مقدم نہ کرنے کی وجہ سے تمام امت کی تکفیر کا قائل ہونا اور حضرت علی کو کافر اس لیے کہنا کہ وہ آگے نہیں بڑھے اور آگے کیے جانے میں اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا تو یہ سب کئی طریقے سے کافر ہوئے اس لیے کہ ان سبھوں نے پوری شریعت کو باطل قرار دیا کیونکہ شریعت اور قرآن کو نقل کرنا منقطع ہو گیا اس لیے کہ اس کو نقل کرنے والے ان کے گمان میں کافر ہیں اور اسی طرف حضرت مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اپنے دو قولوں میں سے ایک قول

میں صحابہ کو کافر کہنے والوں کو قتل کا حکم دے کر اشارہ کیا ہے۔

(۱۵) اسی طرح سے ہم ہر اس کام کو کرنے کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کام کافر ہی سے صادر ہوگا اگرچہ اس کام کا کرنے والا اس کام کے کرنے کے ساتھ اسلام کا اظہار کرے جیسے بت، چاند اور سورج کو سجدہ کرنا اور صلیب اور آگ کو سجدہ کرنا اور گرجا گھروں، عبادت گاہوں کی طرف ان کے ساتھ انہیں کے بھیس میں جانا یعنی زنار باندھنا اور اپنے سروں کے بیچ بالوں کو مونڈنا اس لیے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ سب کام کافر ہی سے پایا جائے گا (صادر ہوگا) اور بلا شبہ یہ کام کفر کی نشانیاں ہیں اگرچہ ان کا کرنے والا اسلام کا اعلان کرے

(۱۶) اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہر اس شخص کی تکفیر پر ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام کیے جانے کا علم ہو جانے کے بعد حلال جانے جیسے (ناحق) قتل، شراب نوشی یا زنا جیسا کہ قرامطہ میں سے اصحاب اباحت اور بعض غالی متصوفین نے (حلال جانا)۔

(۱۷) اسی طرح ہم اس شخص کی قطعی تکفیر کرتے ہیں جو شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدے کا انکار کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا انکار کرے جو نقل متواتر سے یقینا معلوم ہے اور اس پر مسلسل اجماع ہے جیسے پانچوں وقت کی نمازوں کے فرض ہونے کا کوئی انکار کرے یا ان کے رکوع وسجود کی عددوں کا انکار کرے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی کتاب میں اجمالاً نماز فرض کی ہے، ان کا پانچ ہونا اور ان صفتوں اور شرائط پر ہونا میں نہیں جانتا اس لیے کہ اس سلسلے میں قرآن میں کوئی واضح نص نہیں وارد ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی خبر، خبر واحد ہے۔

(۱۸) اسی طرح مسلمانوں کا اجماع اس شخص کی تکفیر پر ہے جس نے خوارج میں سے یہ کہا کہ نماز دن کے دونوں کناروں میں ہے، اور باطنیہ کی تکفیر پر مسلمانوں کا اجماع ہے ان کے اس قول پر کہ بیشک فرائض ایسے لوگوں کے اسما ہیں جن کی اطاعت

کا لوگوں کو حکم دیا گیا اور خباثت اور محارم ایسے لوگوں کے اسما ہیں جن سے بیزاری اور دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱۹) اور بعض متصوفین کا یہ کہنا کہ عبادت اور طول مجاہدہ جب نفوس کو صاف ستھرا کر دیتا ہے تو ان کو یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ ان سے عبادت ساقط کر دی جاتی اور ہر چیز ان کے لیے مباح کر دی جاتی ہے اور شرائع کا عہد ان سے اٹھا لیا جاتا ہے (یہ بھی قطعاً کفر ہے)

(۲۰) اسی طرح اگر کوئی منکر، مکہ یا بیت (حرام) یا مسجد حرام یا حج کی صفت کا انکار کرے (تو وہ قطعی کافر ہے) یا کہے کہ قرآن میں حج (واجب) ہے اور استقبال قبلہ بھی اسی طرح واجب ہے لیکن اس کا اس جانی پہچانی بیئت پر ہونا اور زمین کا وہی حصہ مکہ، بیت (حرام) اور مسجد حرام ہے تو میں نہیں جانتا کہ وہ، وہ ہے یا اس کے علاوہ، اور ہو سکتا ہے کہ اس بات کو نقل کرنے والوں نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی تفصیل انہیں تفاسیر کے ساتھ بیان فرمائی ہے، نقل کرنے میں غلطی کی ہو اور ان کو وہم ہو گیا ہو کہ وہ وہی جگہیں ہیں، تو یہ اور اس کے مثل نصوص متواترہ میں شک کرنے والوں کی تکفیر میں شبہ نہیں اگر وہ (منکر) ان میں سے ہو جن کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے وہ جانتے ہیں یا وہ ان میں سے ہو جو مسلمانوں کی صحبت میں مدت دراز سے ہوں مگر یہ کہ وہ نو مسلم ہو کہ دار الحرب میں اسلام قبول کیا تو جہل کی وجہ سے معذور ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا راستہ یہ ہے کہ تم اس کے بارے میں جس کو اس کے بعد تم نے نہیں جانا تمام مسلمانوں سے پوچھو تو تم ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پاؤ گے تمام کے تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کے زمانۂ اقدس تک کے (یہی کہیں گے کہ بیشک یہ امور ایسے ہی ہیں جیسا تم سے کہا گیا ہے) اور زمین کا وہی حصہ مکہ ہے اور وہ گھر جو اس میں ہے وہی کعبہ ہے اور قبلہ وہی ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور مسلمانوں نے چہرہ کر کے نماز پڑھی اور اس کا حج کیا اور اس کا طواف کیا

اور بیشک وہ افعال ہی حج کی عبادت کی صفت ہیں اور اس سے مراد وہی افعال ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے کیا اور بیشک نماز مذکورہ کی صفتیں وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو بیان فرمایا اور اس کے حدود کو واضح فرمایا تو تم کو بھی ایسا ہی علم حاصل ہو جائے گا جیسا ان کو حاصل ہوا ہے اور تم اس میں اس کے بعد شک نہیں کرو گے۔

اور بحث و تحقیق اور مسلمانوں کی صحبت کے بعد اس میں شک کرنے والا انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہے اس کو "لا ادری" (میں نہیں جانتا) کہہ دینے سے معذور نہیں سمجھا جائے اور نہ ہی اس کے بارے میں اس کی تصدیق کی جائے گی بلکہ اس کا ظاہر تکذیب سے بچنا ہے، اس لیے کہ ممکن نہیں ہے کہ وہ نہ جانے، نیز وہ یعنی منکر جب تمام امت پر وہم اور غلطی کو ان کی نقل کی ہوئی باتوں میں جائز قرار دے اور ان کا اس بات کے اجماع میں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور آپ کا فعل اللہ کی مراد اور تفسیر ہے تو وہ پوری شریعت میں شک کو داخل کر دے گا اس لیے کہ شریعت اور قرآن کو نقل کرنے والے وہی لوگ ہیں اور دین کی گرہیں کھل جائیں گی، اور جو یہ کہے کافر ہے۔

(۲۱) اور اسی طرح وہ (قطعی) کافر ہے جس نے قرآن کا یا اس میں سے ایک حرف کا انکار کیا یا اس میں کچھ تبدیلی کی یا بڑھایا باطنیہ اور اسماعیلیہ کی طرح یا یہ گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حجت نہیں ہے۔

(۲۲) یا اس میں کسی حکم کی نفی یا اثبات کے لیے حجت نہیں اور نہ کوئی معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ہشام فوطی اور معمر ضمیر نے کہا ہے کہ وہ (قرآن) اللہ پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ کے لیے کوئی حجت ہے اور ثواب وعذاب پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی حکم پر اور اس قول کی وجہ سے ان دونوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

(۲۳) اور اسی طرح ان دونوں کو کافر قرار دینا اس لیے ہے کہ انھوں نے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات میں ان کے لیے حجت ہونے یا آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اللہ پر دلیل ہونے کا انکار کیا ہے اور ان کو کافر قرار دینا ان کے اجماع کی مخالفت اور اس نقل کی مخالفت کی وجہ سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کو حجت بنایا اور قرآن نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(۲۴) اسی طرح (ہم اس کو قطعی کافر کہتے ہیں) جس نے ان میں سے کسی چیز کا انکار کیا جس کی صراحت قرآن نے کی ہے اس کے یہ جاننے کے بعد کہ یہ اسی قرآن میں سے ہے جو لوگوں کے ہاتھوں اور مسلمانوں کے مصاحف میں ہے درانحالیکہ وہ اس سے جاہل نہ ہو اور نہ نومسلم ہو اور اپنے انکار کی دلیل یہ بنائے کہ یا تو اس کے نزدیک یہ نقل صحیح نہیں ہے اور نہ اس کو اس کا علم (پہنچا) ہو یا اس کے ناقلین پر وہم کو جائز قرار دینا ہو تو ہم اس کو دونوں گزشتہ طریقوں سے کافر کہتے ہیں اس لیے کہ وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والا ہے۔

(۲۵) اور اسی طرح جس نے جنت یا دوزخ کا انکار کیا یا بعث یا حساب یا قیامت کا تو وہ اجماعاً کافر ہے اس لیے کہ اس پر نص ہے اور امت کا اس کے متواتر منقول ہونے کی صحت پر اجماع ہے۔

(۲۶) اسی طرح (وہ بھی کافر ہے) جو ان مذکورہ چیزوں کا اعتراف کرے لیکن یہ کہے کہ جنت، دوزخ، حشر، نشر، ثواب اور عقاب کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، وہ روحانی لذتیں ہیں اور باطنی معانی ہیں جیسے نصاریٰ، فلاسفہ، باطنیہ اور بعض متصوفین کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ قیامت کا معنی موت ہے یا محض فنا ہے اور افلاک کی ہیئت کا ٹوٹنا اور عالم کا تحلیل ہونا جیسا کہ بعض فلاسفہ کا قول ہے۔

(۲۷) اسی طرح ہم غالی رافضیوں کو قطعی کافر کہتے ہیں ان کے قول "ان الائمۃ افضل من الانبیاء" (بیشک ائمہ انبیا سے افضل ہیں) کی وجہ سے۔

بہتّر فرقے ہمیشہ جہنم میں

(چھٹی اور آخری قسط)

اس سے پہلی والی قسط میں شفاء شریف میں مذکور وہ، اقوال پیش کئے گئے جو صریح کفر ہیں، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان اَقوال کے علاوہ کفری اقوال نہیں ہیں بلکہ اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جس قول سے اصول دین کی مخالفت ہو یا ضروریات دین کا انکار ہو وہ قول، صریح کفر ہے اس کا قائل و معتقد بغیر توبہ کئے مرجائے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اب ہم ذیل میں ان فرقوں کا ذکر کر رہے ہیں جو اپنے کفری عقائد کی بنیاد پر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ذیل میں ذکر کئے جانے والے فرقوں میں بعض وہ ہیں جن کے کفری عقائد کئی ایک ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا کفری عقیدہ ایک ہے، طوالت سے بچنے کے لئے ہم ان کے تمام کفری عقائد کو نہ بیان کر کے صرف ایک یا دو کفری عقیدے کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں، تفصیل کے لئے ''مقالات الاسلامیین''، الملل والنحل، تحفئہ اثنا عشریہ، اور فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد۔ ترجمہ۔، حدوث الفِتن، وجہاد اعیان السُّنن، کا مطالعہ کریں۔

شیخ اہل سنت و جماعت حضرت امام ابو الحسن علی ابن اسماعیل اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان نے غلاۃ شیعہ کے فرقوں کی تعداد پندرہ (۱۵) بتائی لیکن ضمن میں رافضہ کے ایک فرقہ ''نمیریہ'' کا ذکر کیا ہے اس طرح غلاۃ کی تعداد سولہ (۱۶) ہوگئی۔

شیخ اہل سنّت قدس سرہٗ نے جن فرقوں کو غلاۃ میں شمار کیا ہے ان میں سے بعض فرقے الملل و النحل، تحفۂ اثنا عشریہ، اور حدوث الفِتن میں مذکور نہیں ہیں

مثلاً ''الحربیہ'' اور ''النمیریہ'' کا ذکر مذکورہ کتابوں میں نہیں ہے اور نہ ہی دوسرے ناموں کے ساتھ ان فرقوں کے عقائد کا بیان ہے۔ اسی طرح شیخ موصوف نے گیارہویں فرقہ کا ذکر بغیر نام کے کیا ہے اور اس کے جو عقائد بیان فرمائے ہیں مذکورہ کتابوں میں وہ عقائد کسی فرقہ کے نہیں بیان کئے گئے ہیں۔ بارہویں اور پندرہویں فرقہ کا بھی ذکر بغیر نام ہی کیا ہے لیکن ان کے عقائد ناموں کے ساتھ مذکورہ کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں، امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی قدس سرہٗ نے غلاۃ شیعہ کے اٹھارہ (۱۸) فرقے بیان کئے ہیں۔

اور حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ان کی تعداد چوبیس (۲۴) بتائی ہے، حدوث الفتن میں بھی مختصر التحفہ کے حوالہ سے اٹھارہ ہی کی تعداد کا ذکر کیا ہے، مگر ناموں کا اختلاف ہے مثلاً الملل والنحل میں الکیالیہ اور النعمانیہ فرقوں کا ذکر ہے مگر ''مقالات الاسلامیین'' تحفۂ اثنا عشریہ اور حدوث الفتن میں ''الکیالیہ'' کا ذکر نہیں البتہ مؤخر الذکر دونوں کتابوں میں نعمانیہ کا ذکر شیطانیہ کے نام سے ہے، یونہی غرابیہ اور ذبابیہ کا ذکر تحفۂ اثنا عشریہ اور الفتن میں ہے، مگر مقالات الاسلامیین اور الملل والنحل میں جہاں غلاۃ شیعہ کا بیان ہے ان کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح ''مقالات'' میں جس فرقہ کو ''عمیرہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے وہی الملل میں 'عجلیہ '' کے نام سے موسوم ہے، بعد کی تصنیفات میں فرقوں کی تعداد زیادہ ہے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اس لئے کہ روز بروز فرقوں میں اضافہ ہی ہوگا لیکن ''مقالات الاسلامیین'' میں جو الملل والنحل سے تقریباً دو سو (۲۰۰) برس پہلے اور تحفۂ اثنا عشریہ سے تقریباً نو سو (۹۰۰) برس پہلے کی تصنیف ہے اس میں مذکورہ فرقوں میں بعض فرقوں کا ذکر بعد کی تصنیفات میں نہیں ہے، یہ سمجھ سے بالاتر ہے، بہرحال وجہ کچھ بھی ہو چونکہ تحفۂ اثنا عشریہ شیعوں کے بارے میں بعد کی کتاب ہے جو ایک معتمد عالم ربانی کی تصنیف ہے اس لئے شیعوں کے سلسلے میں اسی کو ماخذ بناتا ہوں البتہ اس میں،

مقالات الاسلامیین اور الملل والنحل کے جن فرقوں کا ذکر نہیں ہے بعد میں ان کو بیان کروں گا۔

حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے جن چوبیس فرقوں کا ذکر کیا ہے وہ ہیں (۱) سبائیہ (۲) مفضلیہ (۳) سیرغیہ (۴) کاملیہ (۵) مغیریہ (۶) جناحیہ (۸) بیانیہ (۹) منصوریہ (۱۰) غمامیہ (۱۱) امویہ (۱۲) تفویضیہ (۱۳) خطابیہ (۱۴) معمریہ (۱۵) غرابیہ (۱۶ (ذبابیہ (۱۷) ذمیہ (۱۸) اثنینیہ (۱۹) خمسیہ (۲۰) نصیریہ (۲۱) اسحاقیہ (۲۲) علبائیہ (۲۳) رزامیہ (۲۴) مقنعیہ۔

ان تمام فرقوں کے عقائد بیان کرنے کے بعد حضرت موصوف تحریر فرماتے ہیں: اب عقلمند پر یہ بات مخفی نہ رہی کہ مذہب غلاۃ کا دارومدار ''نبی'' یا امام کو ''الٰہ'' یا اس میں اِلٰہ کا حلول ماننے پر ہے (تحفہ اثنا عشریہ اردو، ص ۱۹) اسی طرح علّامہ شہرستانی نے جہاں غلاۃ شیعہ کا ذکر شروع کیا ہے وہاں تحریر فرماتے ہیں: "والغلاۃ علیٰ اصنافھا کلھم متفقون علی التناسخ والحلول" (الملل والنحل ج ۲ ص ۱۲) (یعنی غلاۃ شیعہ کے تمام فرقے تناسخ اور حلول کے عقیدے میں متفق ہیں)

غیر اللہ کو اِلٰہ (معبود) ماننا یا اس میں اِلٰہ کا حلول ماننا یا تناسخ کا عقیدہ رکھنا یہ تینوں قطعی کفر ہیں جیسا کہ شفاء شریف میں ۱ اور ۳ کی عبارت میں گزرا اور شرح عقائد اور اس کی شرح ''نبراس'' میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ حلول سے پاک ہے، اسی طرح علامہ فضل رسول سیف اللہ المسلول بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان "المعتقد المنتقد" کے ص ۱۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں ''اور نہ کسی شئی میں حال ہے اور نہ کوئی شئی اس میں حلول کئے ہوئے ہے''

اسی طرح حضرت موصوف اسماعیلی فرقوں میں سے شمطیہ، میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، اور جنابیہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''پس یہ پانچ فرقے شمطیہ، میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، اور جنابیہ، قرامطہ میں داخل ہیں اور انھیں میں ان کا شمار ہے،

اس لئے اسماعیلیہ فرقوں کو آٹھ (۸) کہا ورنہ یہ تعداد میں زائد ہیں'' (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۴) اور قرامطہ محرمات شرعیہ کو جائز جانتے ہیں جیسا کہ تحفۂ اثنا عشریہ کے ص (۲۳) پر مذکور ہے اور صفحہ ۲۸؛ پر فرماتے ہیں کہ ''کفر و الحاد کا برملا اظہار قرامطہ کی ایجاد ہے'' مذکورہ پانچ فرقوں کے عقائد بھی قرامطہ کے عقائد کی طرح ہیں اس لئے ان کو قرامطہ میں داخل فرمایا، اور صفحہ (۱۴) پر فرماتے ہیں ''پس میمونیہ، خلفیہ، برقعیہ، مقنعیہ، جنابیہ اور قرامطیہ، یہ تمام فرقے، فرقۂ باطنیہ کی شاخیں ہیں یہ سب اصول عقائد میں متفق ہیں مگر بعض فروع میں مختلف فرقۂ باطنیہ کا اصل اعتقاد یہ ہے کہ احکام کے باطن پر عمل کرنا فرض ہے نہ ظاہر پر البتہ ان میں سے فرقۂ مقنعیہ کو ان سے پورا پورا اختلاف ہے کیوں کہ وہ مقنع کی اُلوہیت کو مان بیٹھا''

اسی طرح اسماعیلی فرقوں کو شمار کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''تو گویا اسماعیلی فرقوں میں باطنیہ، قرامطہ، سبعیہ، حمیریہ، ملحد ہیں اور مہدویہ بظاہر احکام شرع کے معتقد ہیں ان میں حمیریہ سب سے زیادہ شدید الکفر ہیں'' (تحفۂ اثنا عشریہ ص ۲۶) اور پھر صفحہ ۲۸؛ پر مہدویہ کے بارے میں فرماتے ہیں ''مہدویہ دل میں کفر و الحاد چھپائے رکھتے تھے'' اور ان کے الحاد کو صفحہ ۲۵؛ پر بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ تمام فرقے اپنے عقائد کی روشنی میں قطعاً یقیناً اجماعاً کافر و مرتد ہیں۔ اس لیے کہ محرمات شرعیہ قطعیہ کو جائز جاننا بھی قطعی کفر ہے، اور باطن پر عمل کو فرض جاننا بھی کفر و الحاد ہے جیسا کہ شفاء شریف کی نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۲، کی عبارت میں گزرا اور ''نبراس'' صفحہ ۳۴۷ و ۳۴۸ پر بھی مذکور ہے۔

اور حضرت موصوف قدس سرہٗ امامیہ کے فرقوں میں سے حسنیہ، نفسیہ، حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، زراریہ، یونسیہ، بدائیہ اور مفوضہ کے عقائد بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''مذکورہ بالا میں سے سات فرقے ''غلاۃ امامیہ'' کے ہیں یہ باتفاق کافر ہیں اور ان سب کا عقیدہ مشترک ائمہ ستہ کی امامت ہے'' (تحفۂ اثنا عشریہ ص ۲۳)

حسنیہ اور نفسیہ کے علاوہ جتنے فرقوں کا حضرت نے ذکر کیا ہے سات فرقے سے وہی مراد ہیں اس لئے کہ انھیں فرقوں کے عقائد کفری ہیں۔ چنانچہ فرقۂ حلکمیہ ! کے لوگ حق تعالیٰ کے بارے میں جسم صریح کے قائل ہیں گویا وہ اپنے معبود کو ایک جسم کی شکل میں مانتے ہیں جو طول وعرض وعمق ہر سہ اطراف برابر رکھتا ہے، البتہ ان ظاہری اجسام میں سے کسی کی صورت سے مشابہ نہیں۔

فرقۂ سالمیہ ! کے لوگوں کے عقائد حق تعالیٰ کی جسمانیت کے بارے میں فرقۂ حکمیہ سے ملتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کو بصورت انسانی مانتے ہیں۔

فرقۂ شیطانیہ: والے اللہ تعالیٰ کو مجسم مان کر اس کے لیے اعضا ثابت کرتے ہیں۔

فرقۂ زراریہ: والے صفات الٰہی کو حادث مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ازل میں باری تعالیٰ نہ حیات رکھتا تھا نہ علم نہ قدرت نہ سمع نہ بصر۔

فرقۂ یونسیہ: والے کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔

فرقۂ بدائیہ: والے اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ بعض اشیاء کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اپنے ارادے پر نادم ہوتا ہے کہ خلاف مصلحت تھا۔ ہر سہ خلفا کی خلافت اور ان کے مناقب ومحاسن پر اسی خیال کو منطبق کرتے ہیں۔

فرقۂ مفوضہ: والے کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش کا معاملہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ کو سونپ دیا ہے لہٰذا دنیا اور اس کی مخلوقات آپ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ایک گروہ ان میں اسی خیال کو حضرت علی پر چسپاں کرتا ہے اور ایک تیسرا ہر دو پر (تحفۂ اثنا عشریہ ص ۲۲ و ۲۳) مذکورہ فرقے اپنے کفری عقائد کی وجہ سے یقیناً اور قطعاً کافر ہیں، جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۲ کی عبارت سے ثابت ہے اور ''المعتقد المنتقد'' ص ۱۶۵، اور ۲۸۵ کی بھی عبارت سے ثابت ہو رہا

ہے۔ چنانچہ علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''لہٰذا کسی نے اس کو جسم ٹھہرایا اور اس کے لیے محتاج ہونا اور مرکب ہونا اور سارے لوازم جسمیت مانے تو وہ کافر ہو گیا۔ سیدُنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس عبارت پر المستند میں حاشیہ آرائی یوں فرمائی ہے (یعنی ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ثابت کرے)

اسی طرح باری تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کی نفی کرنا قطعی کفر ہے چناچہ المعتقد المنتقد مترجم ص ۱۶۵ پر ہے ''اور یوں ہی کسی کا یہ کہنا کہ وہ جزئیات کا عالم نہیں ہے یا غیر قادر ہے غیر مرید، غیر متکلم، غیر سمیع، غیر بصیر ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہے''

اور سیدُنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ مترجم جلد (۱۴) ص (۱۲۳) پر جہاں ان اقوال خبیثہ کا ذکر کیا ہے جن کا عقیدہ رکھنے والا بالقطع والیقین کافر ہو جاتا ہے، وہیں فرماتے ہیں ''یا یہ کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا'' تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا''

(۳۲) **حرمیہ:** اس فرقہ کا ذکر تحفہ اثنا عشریہ میں نظر نہیں آیا لیکن شرح عقائد میں اس کا ذکر ہے اور حدوث الفِتَن (فتنوں کا ظہور) میں بھی اس کا ذکر ہے، یہ فرقہ محارم کو جائز قرار دیتا ہے لہٰذا اس فرقہ والے بھی قطعی کافر ہوئے۔

(۳۳) حربیہ! یہ عبداللہ بن عمرو بن حرب کے اصحاب ہیں جنکا خیال ہے کہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کی روح عبداللہ بن عمرو بن حرب میں حلول کر گئی ہے۔

(۳۴) **عمیرہ یا عجلیہ!** یہ عمیر بن بیان عجلی کے اصحاب ہیں ان سبھوں نے حضرت جعفر کی پرستش کی جس طرح یعمریوں نے ان کی پرستش کی اور ان سبھوں نے حضرت جعفر کو اپنا رب خیال کیا۔

(۳۵) **نمیریہ!** یہ نمیری کے اصحاب ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ باری تعالیٰ ''نمیری'' میں حلول کر گیا ہے۔

(۳۶) **کیالیہ!** یہ احمد بن کیال کے متبعین ہیں، احمد بن کیال نے فرائض

شرعیہ اور احکام دینیہ کی فاسد تاویلات کی اور میزان، صراط، جنت، اور دوزخ کے وہ معانی بتائے جو قرآن وحدیث اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہیں [۱]

اس لیے مذکورہ چاروں فرقے بھی اپنے کفری عقائد کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ مقالات الاسلامیین کا (۳۷) گیارہواں فرقہ! اس فرقہ والوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کی روح حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی پھر حضرت علی، پھر حضرت حسن، پھر حضرت حسین، پھر حضرت علی بن حسین، پھر محمد بن علی، پھر جعفر بن محمد، بن علی پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ بن جعفر پھر محمد بن علی بن موسیٰ پھر علی بن محمد بن علی بن موسیٰ پھر حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ پھر محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی میں [۲] یہ تمام مذکورین اسفرقہ والوں کے نزدیک معبود ہیں۔ لہٰذا یہ فرقہ بھی اپنے صریح کفری عقیدہ کی سے کافر و مرتد ہے۔

فرقۂ معتزلہ میں سے ہذیلیہ، جہمیہ، نظامیہ، اسکافیہ، جعفریہ، مزداریہ، ہشامیہ، صالحیہ، بھی قطعی کافر ہیں اس لیے کہ (۳۸) ہذیلیہ! کے لوگ اللہ کے مقدورات کو فانی اور متناہی مانتے ہیں، اس فرقہ کے بارے میں عبدالقاہر بن طاہر محمد البغدادی ابو منصور نے اپنی کتاب "الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجیة" میں تحریر کیا ہے "فمن فضائح ابی الھذیل قولہ بفناء مقدورات اللہ عزّ وجلّ حتیٰ لا یکون بعد فناء مقدوراته قادرا علیٰ شئ ولاجل ھذا زعم ان نعیم اھل الجنة و اھل النار یفنیان ویبقی حینئذٍ اھل الجنة اھل النار خامدین لا یقدرون علیٰ شی ولا یقدر اللہ عزّ وجلّ فی تلك الحال علیٰ احیاء میت ولا علیٰ تحریك ساکن ولا علیٰ تسکین متحرك"

---

[۱] الملل والنحل ج ۲ ص ۱۹ تا ۲۱

[۲] ایضاً ص ۳۱

(۳۹) **فرقۂ جهمیه**: کے لوگ بھی جنت و دوزخ کے فنا کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ قطعاً کفر ہے کیوں کہ اس میں قرآن کی ان آیتوں کا انکار ہے جن میں اہل جنت و دوزخ کے لیے جنت و دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا ذکرہ اور قرآن کی کسی آیت کا انکار یقیناً اور قطعاً کفر ہے جیسا کہ شرح العقائد کی شرح ''نبراس'' میں صفحہ ۳۳۸، پر مذکور ہے۔

(۴۰) **نظامیه**: کے لوگ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے لئے ایسے افعال پر قادر نہیں مانتے جن میں بندوں کے لیے بھلائی نہیں، اسی طرح آخرت میں ثواب و عذاب میں کمی بیشی کرنے کی قدرت کی نفی کرتے ہیں اور نظم قرآن کو معجز نہیں مانتے اور قرآن کے مثل بلکہ اس سے عمدہ کلام پیش کرنے کے امکان کے قائل ہیں۔

(۴۱) **اسکافیه**: یہ کہتے ہیں کہ جو ظلم عاقلوں سے صادر ہو اس کی تخلیق پر اللہ کو قدرت نہیں (۴۲) جعفریہ: کا بھی عقیدہ اسکافیہ ہی کے مثل ہے۔

(۴۳) **مزداریه**: یہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ اور کذب پر قادر مانتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان قرآن کے مثل لانے پر قادر ہے، بلکہ فصاحت و بلاغت میں اس سے عمدہ لاسکتا ہے۔

(۴۴) **هشامیه**: یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں حلال و حرام کا ذکر نہیں ہے۔

(۴۵) **صالحیه**: یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ ''حی'' نہ ہو۔ مذکورہ چیزوں پر قدرت کی نفی سے صراحۃً "اِنَّ اللہَ علیٰ کلِ شئی قدیر" اور "ھو خالق کل شی فاعبدوہ" کا انکار اور نصوص کی مزاحمت لازم آتی ہے لہٰذا یہ قطعاً اور یقیناً کفر ہے جیسا کہ شفاء شریف ص ۱۲، کی عبارت میں گزرا، اور "نِبراس" ص ۳۳۸ پر بھی مذکور ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر ماننا اور انسان کو قرآن کے مثل لانے پر قادر ماننا قطعاً کفر ہے اس لیے کہ جھوٹ عیب ہے اور کسی بھی عیب کی نسبت اللہ تعالیٰ

کی طرف کرنا کفر ہے جیسا کی المعتقد کے ص ۱۶۵، پر مذکور ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے وہ سبوح قدوسؔ ہے اور قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا" (پس اگر نہ لاسکو اور تم ہرگز نہ لاسکو گے) انسان کو قرآن کے مثل لانے پر قادر ماننے سے اس آیت کریمہ کا صراحۃ انکار ہے اور قرآن کے ایک حرف کا انکار بھی قطعی کفر ہے۔ اسی طرح قرآن میں حلال وحرام کے ذکر کا انکار اور اللہ تعالیٰ کے لیے ''حی'' نہ ہونے کا امکان دونوں قطعی کفر ہیں اس لیے کہ اس میں واضح طور پر قرآن کی آیتوں کا انکار ہے۔

(۴۶) **حابطیہ**: یہ عالم کے لیے دو خدا مانتے ہیں، لہٰذا یہ کافر ومشرک ہوئے جیسا کہ شفاء شریف کی نمبر (۱) کی عبارت میں گزرا۔

(۴۷) **حدبیہ**: انکا عقیدہ بھی ''حابطیہ'' کے مثل ہے اور تناسخ ارواح کے بھی قائل ہیں لہٰذا یہ بھی کافر ومشرک ہوئے جیسا کہ شفاء شریف نمبر (۳) کی عبارت میں گزرا۔

(۴۸) **معمریہ**: کا عقیدہ یہ کہ اللہ نے اجسام کے علاوہ کچھ نہیں پیدا کیا اور کہتے ہیں کہ اللہ کو اپنی ذات کا علم نہیں۔ یہ فرقہ اپنے کفری عقائد کی وجہ سے قطعی کافر ہے اس لئے کہ ان کے عقیدہ میں "ھو خالق کل شی فاعبدوہ" (وہ ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اس کو پوجو) کا صراحۃ انکار ہے اور اللہ کے علیم ہونے کا انکار ہے اور یہ قطعاً کفر ہے جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے۔

(۴۹) **ثمامیہ**: کا عقیدہ یہ ہے کہ یہود، نصاریٰ، مجوس، اور زنادقہ یہ سب بہائم کی طرح آخرت میں مٹی ہو جائیں گے نہ جنت میں جائیں گے نہ جہنم میں، یہ عقیدہ قطعاً یقیناً کفر ہے کیوں کہ اس میں متعدد آیتوں کا صریح انکار ہے۔

(۵۰) **کعبیہ**: یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور نہ غیر کو (اس کے دیکھنے کا معنیٰ جاننا ہے) یہ عقیدہ قطعاً کفر ہے اس لئے کہ اس میں متعدد آیتوں کا صراحۃ انکار ہے قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے علیم وخبیر اور

سمیع وبصیر ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ "المعتقد المنتقد" ص ۱۶۵ پر مذکور ہے۔

(۵۱) **جبانیه:** یہ کہتے ہیں کہ اللہ پر واجب ہے کہ مکلف پر لطف فرمائے اور جو چیز اس کے حق میں اصلح ہو اس کی رعایت کرے۔ یہ قول یقیناً اور قطعاً کفر ہے اس لئے کہ اللہ پر کسی چیز کے واجب ہونے کا عقیدہ صریح کفر ہے جیسا کہ "المعتقد المنتقد" ص (۱۹۱) اور (۳۸۵) پر مذکور ہے۔

خوارج میں سے (۵۲) فرقۂ حکمیه۔ یہ فرقہ حضرت عثمان اور اکثر صحابہ کو کافر کہتا ہے لہٰذا یہ بھی کافر و مرتد ہے اس لیے کہ اس عقیدہ سے قرآن کی متعدد نصوص کی مزاحمت ہو رہی ہے اور ان کا انکار ہو رہا ہے اور جو کتاب کی کسی نص کی مزاحمت کرے وہ قطعی کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۲؛ کی عبارت میں گزرا۔

(۵۳) **ازارقه:** یہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نبی مبعوث کرے جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ وہ نبوت کے بعد کفر کرے گا۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا قطعاً کافر ہے اس لیے کہ کسی نئے نبی کا امکان ماننا قطعاً کفر ہے جیسا کہ "المعتقد المنتقد" ص ۳۴۴ پر مذکور ہے اور کسی نبی کی طرف کفر کی نسبت بھی قطعاً کفر ہے۔

(۵۴) نجدات: یہ صحابہ کو کافر کہتے ہیں، اس عقیدہ سے متعدد آیتوں کا صراحۃً انکار ہو رہا ہے مثلاً (۱) "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد الله الحسنی والله بما تعملون خبیر" پارہ ۲۷، رکوع ۱۷۔

(۲) محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم الخ پارہ ۲۶، رکوع ۱

(۳) رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشی ربه پارہ ۳۰ رکوع ۲۳

(۴) والذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله والذین

آوَوْاوّنصروا اولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة و رزق کریم الذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئك منکم واولو الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ۔ ان اللہ بکل شیء علیم پارہ ۱۰ رکوع ۶۔

الملل النحلمیں علامہ شہرستانی قدس سرہٗ نے ان کے علاوہ متعدد آیتوں کا ذکر کیا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت وعظمت کی روشن دلیلیں ہیں۔ اور صحابہ کرام کو کافر کہنے میں امت کی تذلیل بھی ہے اور امت کی تذلیل وتکفیر کرنا قطعی کفر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۲۴؛ کی عبارت میں گزرا۔

(۵۵) **اباضیہ**: اس فرقہ کے نزدیک حضرت علی اور اکثر صحابہ کافر ہیں اس لئے یہ بھی کافر ومرتد ہے۔

(۵۶) **یزیدیہ**: یہ اباضیہ کے فرقوں میں سے ہے یہ کہتا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک رسول عجم سے مبعوث فرمائے گا اور آسمان میں ایک کتاب لکھی جائے گی اور پوری کتاب ایک بار میں اس رسول پر اترے گی جس سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی اور اس پیغمبر کا دین ان صابیوں کا دین ہوگا جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ اس فرقہ کا کفر بالکل ظاہر وباہر ہے اس لیے یہ فرقہ کافر ومرتد ہے۔

(۵۷) **عجاردہ**: یہ فرقہ مذہب میں نجدات کا ہمنوا ہے لہٰذا تکفیر صحابہ کی وجہ سے یہ کافر ومرتد ہوا اس کے درج ذیل متعدد فرقے بھی کافر ہیں۔

(۵۸) **میمونیہ**: یہ فرقہ حقیقی پوتیوں، نواسیوں، اور حقیقی بھتیجیوں اور بھانجیوں کو نکاح میں لانا جائز بتاتا ہے اس لئے یہ کافر ومرتد ہے کیوں یہ محرمات میں سے ہیں ان سے نکاح کو جائز بتانا یقیناً کفر ہے۔

(۵۹) **حمزیہ**: یہ فرقہ تمام باتوں میں میمونیہ سے اتفاق کرتا ہے لہٰذا یہ بھی کافر ومرتد ہے۔

(۶۰) **شعیبیہ**: یہ فرقہ مسئلہ قدر کے علاوہ تمام باتوں میں میمونیہ کے موافق ہے اس لیے یہ بھی کافر و مرتد ہے۔

(۶۱) **حازمیہ**: اس کے عقائد شعیبیہ کے موافق ہیں لہٰذا یہ کافر و مرتد ہے۔

(۶۲) **اطرافیہ**: یہ حمزہ کے مذہب پر ہے لہٰذا یہ بھی کافر و مرتد ہے۔

(۶۳) **معلومیہ** اور (۶۴) **مجھولیہ**: ان دونوں کے عقائد حازمیہ ہی کی طرح ہیں لہٰذا یہ دونوں بھی کافر و مرتد ہیں۔

(۶۵) **صلتیہ**: یہ عقائد میں عجاردہ کی طرح ہیں لہٰذا یہ بھی کافر و مرتد ہیں۔

عجاردہ کے دسویں فرقہ ثعالبہ کے چاروں فرقوں میں سے۔

(۶۶) **اخنسیہ** ہے، اس کے نزدیک مسلمان عورت کا نکاح اس کے ہم قوم مشرک کے ساتھ جائز ہے لہٰذا حرام کو حلال جاننے کی وجہ سے قطعی کافر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۷، کی عبارت میں گزرا۔ خوارج ہی میں سے ذیل کے فرقے بھی ہیں۔

(۶۷) **کنزیہ**: یہ فرقہ زکاۃ کا منکر ہے لہٰذا قطعی کافر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۷، کی عبارت میں گزرا۔

(۶۸) **شمراخیہ**: اس فرقے کے نزدیک ماں باپ کا قتل حلال ہے لہٰذا حرام کو حلال جاننے کی وجہ سے کافر و مرتد ہے۔

(۶۹) **بدعیہ**: اس فرقہ کے نزدیک نماز صرف دو رکعت فجر میں، اور دو رکعت رات میں پڑھنا چاہیے پانچوں وقت کی نمازوں کے فرض ہونے کا انکار کرنے کی وجہ سے قطعی کافر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۷ کی عبارت میں گزرا۔

مرجیہ کے پانچ فرقے ہیں ان میں سے۔

(۷۰) **فرقۂ عبیدہ** کا عقیدہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ آدمی کی صورت پر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے "ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورۃ الرحمٰن" یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کو صورت والا ماننے کی وجہ سے قطعی کافر ہے جیسا کہ شفاء

شریف نمبر ۲ کی عبارت میں گزرا۔

(۷۱) **غسانیہ:** اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے اللہ ورسول کی معرفت کا اور اجمالاً ان چیزوں کی معرفت جو شارع علیہ السلام لے آئے معرفت اجمالی سے مراد یہ ہے کہ اعتقاد رکھے کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ کعبہ کہاں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ مکہ میں نہ ہو کسی اور جگہ ہو اور اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا مگر یہ یقین نہیں کہ جو محمد مدینے میں تھے وہی محمد ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور محمد ہیں اور اللہ نے سور کا گوشت حرام کیا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ جس جانور کو عرف میں سور قرار دیکر حرام جانتے ہیں وہ یہی ہے یا اس کے علاوہ۔

ان مذکورہ باتوں کا قائل اور عقیدہ رکھنے والا مومن نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ قطعی کفر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۲۰ کی عبارت میں گزرا۔

(۷۲) **ثوبانیہ:** یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اللہ کسی گنہگار کا کوئی گناہ قیامت میں معاف کردے تو پھر اس پر یہ لازم ہوگا کہ اس قسم کے گناہ سارے گنہگاروں کے معاف کردے اور اگر کسی گنہگار کو دوزخ سے نکالے تو پھر اس پر یہ لازم ہوگا کہ اس قسم کے سارے گنہگاروں کو نکالے۔ یہ اپنے کفری عقائد کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کے واجب ہونے کا عقیدہ رکھنا قطعا کفر ہے جیسا کہ المنتقد ص (۱۹۱) اور (۳۸۵) پر مذکور ہے

(۷۳) **خالصہ:** یہ جبریہ کے فرقوں میں سے ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئ کو اس کے وقوع سے پہلے نہیں جانتا، اور یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں جنتیوں اور دوزخیوں کے داخل ہونے کے بعد دونوں فنا ہو جائیں گے۔ مذکورہ دونوں عقیدے قطعا کفر ہیں جیسا کہ "المنتقد ص (۱۶۵) والی عبارت میں گزرا اور جنت و دوزخ کے فنا ہونے کے عقیدے سے ان آیتوں کا انکار ہے جن میں جنت و دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا ذکر ہے۔

(۷۴) **قدریہ:** اس فرقے نے قضاوقدر کا انکار کیا اور اس کے گمان میں اللہ نے پہلے سے کسی چیز کو مقدر نہ فرمایا اور کسی چیز کا علم اس کو پہلے سے نہ ہوا، اور اس شی کو اس کے واقع ہونے کے بعد ہی جانتا ہے جیسا کہ المنتقد ص (۱۶۷) پر مذکور ہے لہٰذا یہ فرقہ بھی کافر و مرتد ہے۔

(۷۵) **مشبھہ:** اللہ تعالیٰ کے لئے جسم، حرکت، انتقال اور اجسام میں حلول وغیرہ کے قائل ہیں لہٰذا یہ قطعی کافر ہیں جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۲، اور ۳، کی عبارت میں گزرا۔

(۷۶) **مشبھہ حشویہ:** یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کو جسم مانتا ہے اس کے لئے اعضاء وجوارح کا عقیدہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کے دوستوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اللہ کو چھوئیں اور اس سے مصافحہ اور معانقہ کریں۔ ان کفری عقائد کی وجہ سے یہ فرقہ قطعاً کافر و مرتد ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۲، کی عبارت میں گزرا۔ اور "المعتقد المنتقد" (ص ۱۷۶) پر مذکور ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمنشینی اور عروج کر کے اس تک پہنچنے اور اس سے بات کرنے کا مدعی ہو کافر ہے" اور اسی کتاب مذکور کے ص (۱۸۶) پر اس کو جسم ٹھہرانے والے کو کافر کہا ہے۔

(۷۷) **مشبھہ کرامیہ:** یہ بھی جسمیت اور حرکت ونزول کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حوادث پر قادر ہے جو اس کی ذات میں حلول کئے ہوئے ہیں اور جو حوادث اس کی ذات سے خارج ہیں ان پر قادر نہیں۔ جسمیت اور حرکت وحلول کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہو گئے کیوں کی مذکورہ عقیدہ قطعی کفر ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا۔

(۷۸) **قادیانی:** مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کیں لہٰذا کافر و مرتد ہو گیا اس لیے کہ نبوت کا دعویٰ کرنا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنا یقیناً وقطعاً اور اجماعاً کفر

ہے جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے۔

(۷۹) **فرقہ نیچریہ:** اس فرقہ کی بنیاد سید احمد خاں بن محمد تقی نے رکھی ہے جسمیں فرشتوں، جنوں، جنت، دوزخ، نبوت اور معجزہ کا انکار کر بیٹھا اور ان چیزوں کے ثبوت میں وارد آیات قرآنیہ کی ایسی تاویل کی جس نے ان کو ان معانی سے خارج کردیا جو دور صحابہ سے آج تک ملت اسلامیہ میں مشہور و معروف ہیں۔ اور زمانہ کی ہر چیز کو نیچر یعنی فطرت کی جانب پھیر دیا ہے لہٰذا یہ اور اس کے نظریات کے ماننے والے کافر و مرتد ہوگئے کیوں کہ مذکورہ چیزوں کا انکار قطعاً اور اجماعاً کفر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر (۲۵) اور (۲۶) کی عبارت میں گزرا۔ اور "المنتقد" ص (۳۸۵) فتاویٰ رضویہ ج نمبر ۱۴/ص ۱۲۳/تا ۱۲۸/اور شرح عقائد کی شرح "نبراس" ص/۳۳۷ و ۳۳۸/پر مذکور ہے۔

(۸۰) **اہل قرآن یا چکڑالوی:** یہ نماز کے مشہور طریقہ کا انکار کرتے ہیں اور اس کو کفر کہتے ہیں، حدیث پر ایمان لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کو عذاب الٰہی کا موجب بتاتے ہیں اور احادیث معتبرہ یا تاریخ یا تواتر سے ثابت شدہ حکم کو لغو قرار دیتے ہیں۔ اس لئے یہ اپنے کفری عقائد کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۲، اور ۱۷، کی عبارت میں گزرا، اور "المنتقد" ص (۳۸۵) اور فتاویٰ رضویہ ج (۱۴) میں بھی مذکور ہے۔

(۸۱) **وہابیہ یا نجدیہ:** یہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ماننے والے ہیں، اس نجدی نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین میں سے سوائے قرآن کے کچھ بھی قبول نہیں کیا اور اس کی تاویل اپنے مطلب کے مطابق کی۔ یہ اپنی مختلف عبارتوں کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تنقیص کرتا تھا۔ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو طارش (قاصد) کہا اور مانا اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری گستاخیاں کی ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرتے ہیں لہٰذا یہ

سب کافر و مرتد ہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا، ان کو طارش ماننا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرنا قطعاً کفر ہے چنانچہ شفاء شریف میں گزرا۔ اور المنتقد ص ۲۵۰، ۱۸۵، ۱۸۶، اور فتاویٰ رضویہ ج ۱۴، میں اور شرح عقائد کی شرح ''نبراس'' کے ص ۱۱۷، و ۱۱۸ پر مذکور ہے۔

(۸۲) **وھابیہ امثالیہ اور خواتیمیہ المعتقد** میں جہاں حضرت مصنف قدس سرہٗ نے نجدیوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: تو کیا حال ہے ان نجدیوں کا جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی کے امکان پر بلکہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے خاتم کے امکان پر مصر ہیں۔ وہیں پر اس عبارت کے بارے میں المستند المعتمد میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ''مصنف قدس سرہٗ اس بدترین زمانے سے پہلے گزرے جو ان کے بعد آیا جسمیں سیلاب بلند پشتوں تک پہنچ گیا اور دجال ظاہر ہوئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھ نظیروں کے مدعی ہوئے (جو ان کے زعم میں) حضور کے خصائص کمالیہ میں مشہور ترین خصوصیت یعنی ختم نبوت میں زمین کے نچلے طبقوں میں حصہ دار ہیں۔ تو ان میں کچھ یہ کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایک اپنی زمین کا خاتم ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین کے خاتم ہیں، اور کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی زمینوں کے خاتم ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب خاتموں کے خاتم ہیں، ان کا سب سے بڑا بے خرد کافر تصریح کرتا ہے، یہ خواتم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل اور ان کی تمام صفات کمالیہ میں حصہ دار ہیں اور دوسرے اس کا رد کرتے ہیں تا کہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں گنوائیں''۔ (المنتقد مع المستند مترجم ص ۲۴۴) بحوالہ فتویٰ حضور مولانا عبد الرحمن سراج مکی قدس سرہٗ، تنبیہ الجھال، قول فصیح اور تحقیقات محمدیہ۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اسی المستند میں اس فرقے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور انہیں میں سے وہابیہ امثالیہ اور خواتیمیہ ہیں۔ اور ہم نے تم سے ان

کے اقوال اور احوال بیان کئے اور یہ لوگ پہلے ہوئے اور ظاہر ہوئے اور یہ لوگ مندرجہ ذیل فرقوں میں بٹ گئے۔

(۸۱) **امیریہ** : امیر حسن اور امیر احمد کہ دونوں سہسوانی ہیں ان کی طرف نسبت ہے۔

(۸۴) **نذیریہ** : جو نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب ہے (۸۵) قاسمیہ کہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب ہے، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کے امکان کا قائل ہوا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہوا، اور ایسا شخص یقیناً اور قطعاً کافر ہے اس لئے کہ تتمہ اور اشباہ وغیرہ کتابوں میں فرمایا اگر کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں اس لئے کہ یہ امر ضروریات دین میں سے ہے۔

وہابیوں کے تمام فرقوں کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ''مختصر یہ کہ دجال آپس میں اسی طرح بٹے بعض نے بعض کو کافر کہا اور سب سات خواتم پر ایمان لانے میں مشترک ہیں یہی ان کی خو ہے، اور یہ لوگ اللہ ورسول سے بھاگے'' (المنتقد مع المستند مترجم ص (۲۴۵) یہ سب اپنے گڑھے ہوئے خواتم کو خچروں اور گدھوں کی جنس سے بتاتے ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو خاتم ماننا اور نبوت کو خچروں اور گدھوں کی جنس سے ٹھہرانا شان نبوت کی توہین ہے، لہٰذا قاضی عیاض وغیرہ علما قدست اسرارہم نے ایسوں کے کفر کی تصریح کی ہے، لہٰذا وہابیہ کے تمام فرقے کافر ومرتد ہیں۔

(۸۶) **وهابیه کذابیه** : یہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو ہیں اس نے تو پہلے بارگاہ صمدیہ پر اپنے شیخ طائفہ اسماعیل دہلوی علیہ ما علیہ کی پیروی میں امکان کذب کا بہتان باندھا اور پھر اللہ تعالیٰ کو کاذب بالفعل مانا (معاذ اللہ) اس لئے یہ قطعاً اور یقیناً کافر ومرتد ہیں جیسا کہ المعتقد وغیرہ میں گزرا۔

(۸۷) **وھابیہ شیطانیہ:** اس فرقے نے ابلیس کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر بتا کر شان رسالت میں گستاخی کی۔ اور بارگار رسالت میں گستاخی کرنے والا یقیناً وقطعاً اور اجماعاً کافر و مرتد ہو جاتا ہے چنانچہ عام کتب عقائد میں مذکور ہے۔

(۸۸) **جھوٹے صوفیوں کا فرقہ:** یہ اتحاد وحلول کے قائل ہیں اور عقل و ہوش کے باقی رہتے ہوئے عرفا کے ذمے سے شرعی احکام کے ساقط ہونے کے قائل ہیں۔ اتحادوحلول اور مذکورہ صورت میں شرعی احکام کے ساقط ہونے کا عقیدہ یقیناً، قطعاً اور اجماعاً کفر ہے جیسا کہ شفاء شریف نمبر ۱۹، کی عبارت میں گزرا۔ اور "نبراس" ص (۳۴۶) اور فتاویٰ رضویہ جلد (۱۴) میں مذکور ہے۔

(۸۹) **فرقۂ نیازی:** یہ فرقہ خانہ کعبہ کے بیت اللہ ہونے کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے اور نماز کا اپنے اوپر فرض ہونے کا انکار کرتا ہے، اور یہ دونوں عقیدے قطعی کفر ہیں جیسا کی شفا شریف نمبر ۲۰، کی عبارت میں گزرا لہٰذا یہ فرقہ کافر و مرتد ہے۔

(۹۰) **رافضیہ:** سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اور انھیں میں رافضی ہیں جو ہمارے ملک میں اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں، بیشک پرانے روافض میں بہت سے ضروریات دین میں چند اشیاء کا کھلم کھلا انکار کرتے۔ جب علمائے اہل سنت نے ان پر بڑی مصیبت قائم کی، اور ان رافضیوں کے بیچ کے لوگ آئے جیسے طوسی اور حلی اور ان کے ہم رتبہ، تو انھوں نے تغیر وتبدل کیا اور انکار کیا اور باتوں کو پھیرا، اور خود کو چھپایا، اور اگلوں کی باتوں سے تنزل کیا تو نام اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے پھر اب جب کہ انکا زمانہ دراز ہوا، اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پلٹ گئے، اور ان کے مجتہدین اور جاہلوں نے اور عورتوں نے قرآن عزیز کے ناقص ہونے کی تصریح کی اور کھل کر یہ کہا کہ صحابہ نے قرآن میں سے

کچھ آیات اور سورتیں حذف کردیں اور صاف صاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین سے افضل بتایا، صلوات اللہ تعالیٰ علیہم' اور دو کفر ایسے ہیں کہ ہرگز ان میں سے کسی کو اس زمانے میں خالی نہ پاؤ گے''

موجودہ رافضیوں میں مختلف گروہ اور فرقے ہیں مثلاً (۹۱) **بوھرے** (۹۲) **آغاخانی** (۹۳) **خوجه**، اور (۹۴) **بابی یه**، ان فرقوں کی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی، حدوث الفتن سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ بوہرہ اور آغاخانیہ، اسماعیلہ کی شاخیں ہیں اور شارح بخاری علیہ الرحمۃ نے مقالات شارح بخاری میں ان فرقوں کے بارے میں یہ بتایا کہ یہ اپنے عقائد کو اتنا خفیہ رکھتے ہیں کہ باوجود کوشش کے بھی کچھ معلوم نہ ہوسکا، لیکن سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد'' اور دو کفر ایسے ہیں کہ ہرگز ان میں سے کسی کو اس زمانے میں خالی نہ پاؤ گے'' سے اگر یہ مراد ہے کہ جتنے گروہ ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے جب تو ان فرقوں کے کافر و مرتد ہونے بھی میں شبہ نہیں۔

مذکورہ فرقوں کی مجموعی تعداد چورانوے ۹۴ ہے اور حدیث شریف میں جہنمی فرقوں کی تعداد بہتر ۷۲ بیان کی گئی ہے لہٰذا دونوں تعداد میں مطابقت نہیں ہے یہ اعتراض کوئی کرسکتا ہے لہٰذا ہمارے اسلاف نے جو جواب دیا ہے اس کو مختصر یہاں بیان کرتا ہوں اس لیے کہ اس کے مقدمہ میں قدرے تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے مذکورہ اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ فرقوں سے مراد اصولی فرقے ہیں اور اصولی فرقے ابھی بہتر سے کم ہوئے ہیں لیکن یہ تعداد قیامت تک ضرور پوری ہوگی۔

دوسرا جواب وہ ہے جو حضرت امام فخر الدین رازی اور حضرت شیخ محقق دہلوی علیہما الرحمۃ والرضوان نے دیا ہے کہ امت کے تہتر ۷۳ فرقے ہونگے اس سے کم نہیں ہونگے زیادہ ہوسکتے ہیں اور زیادہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

مصنّف کی دیگر تصانیف

{ صلات الافعال } عربی زبان میں جتنے حروف صلہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کو استعمال کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔

{ خَاصیات الابواب } اس کتاب میں ابواب کی خاصیات کو نئے انداز میں سمجھایا گیا ہے، اکثر مثالیں قرآن وحدیث اور کلام شعرا سے پیش کی گئی ہیں۔

{ مُعَلِّمُ التَّرْكِيْب } اس کتاب میں مفرد، مرکب، جملہ اور اس کے تمام قسموں اور صفتوں کی ترکیب کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

{ مدار نجات } اس کتاب میں ایمان وکفر کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کافر کیسے ہوجاتا ہے اور خاص طور پر اس پر بحث کی گئی ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت خان قدس سرہ نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا۔

{ تہذیب الانشاء اول / دوم / سوم } ان تینوں حصوں میں جدید الفاظ و مصطلحات کثرت سے استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ان کے پڑھنے والوں کو اخبار ورسائل کی زبان سمجھنے کے لیے لغت کی چنداں ضرورت نہیں پیش آئے گی اور عربی زبان میں بولنے اور لکھنے کی صلاحیت بہت جلد پیدا ہو جائے گی۔

{ زاد آخرت } اس کتاب میں مرض سے لے کر موت، نماز جنازہ، ایصال ثواب اور تعزیت تک کا بیان ہے، خاص طور پر میت کو جن باتوں سے فائدہ پہنچتا ہے ان کا ذکر کیا گیا ہے یا سوال نکرین سے محفوظ رہتی ہے، احادیث کریمہ کی روشنی میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

{ سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم } اس کتاب میں سرور کائنات کی مختصر

سیرت عربی زبان میں بیان کی گئی ہے، ہر عنوان کے تحت عربی میں سوالات کیے گئے ہیں، جن کے جوابات بھی عربی میں مطلوب ہیں، تاکہ طلبہ کو عربی بولنے کی مشق بھی ہو اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی ذہن نشیں رہے۔

{ **سوانح مخدوم سریا** } جس میں سید حافظ محمد تقی علیہ الرحمہ والرضوان کے حالات زندگی پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔

{ **بدایونی تحقیق کا علمی جائزہ** } ڈاکٹر اسید الحق ازہری بدایونی نے بہت سی احادیث کریمہ کو موضوع قرار دیا تھا ان کو حدیث ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

{ **غیر مقلدیت ایک نیا مذہب** } اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ غیر مقلدیت ایک نیا مذہب ہے۔

{ **تاجدار مسولی قدس سرہ** } سرکار مسولی حضور سید میر محمد اسمٰعیل واسطی قادری رزاقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مختصر سوانح حیات ہے۔